لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

النور

صلح ۱۳۹۰ ہش
جنوری ۲۰۱۱ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

مشنری انچارج امریکہ، مولانا نسیم مہدی صاحب
سینٹ پال، منسوٹا میں ایک تبلیغی نشست
سے خطاب فرما رہے ہیں

Dr. Ahsanullah Zafar, Ameer Jama'at with Missionaries

Late Masood Ahmed Khurshid Sanori Sahib

Late Dr. Khairuddin Butt Sahib

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (2:258)

النــــور

جنوری 2011

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ

(حٰم السجدة : 7)

تو کہہ دے میں محض تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔ پس اُس کے حضور ثبات قدم کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور اس سے بخشش مانگو۔

{700 احکام خداوندی صفحہ 60}

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم

مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝

(اللھب:3-4)

اس کے مال نے اُسے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اور نہ اس کی کوششوں نے (کوئی فائدہ) دیا ہے۔
وہ ضرور آگ میں پڑے گا جو (اسی کی طرح) شعلے مارنے والی ہوگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مندرجہ بالا آیات کی تفسیر میں اسلام پر حملہ کرنے والی اقوام کے بارے میں فرماتے ہیں:

اسلام پر حملہ کرنے والی اقوام تباہ ہوں گی اور نہ صرف خود تباہ ہوں گی بلکہ وہ لوگ جو اُن کے ساتھ اس لئے شامل ہوئے تھے کہ انکو کچھ نفع ہوگا وہ بھی حسرت کے ساتھ تباہ ہوں گے اور اُن کو اُن کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ یہ اقوام بڑی مالدار ہونگی۔ اور نہ صرف یہ کہ انہوں نے ایجادوں اور صنعتوں سے بہت مال پیدا کیا ہوگا بلکہ اپنا راس المال دوسرے ملکوں میں لگا کر اور تجارت کے بہانے دوسرے ملکوں پر قبضہ کر کے اُن ملکوں کا مال بھی اپنے قبضہ میں کر لیا ہوگا۔ مَالُهٗ میں لفظ مال نکرہ رکھا اور نکرہ عظمت شان پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اس سے یہ اشارہ کیا کہ اس کا عظیم الشان مال بھی اس کو تباہی سے بچا نہ سکے گا۔ مَالُهٗ کے بعد مَا كَسَبَ کے الفاظ رکھے ہیں۔ اور مَا كَسَبَ کے معنے ہیں مَكْسُوْبُهٗ اس کا کمایا ہوا مال۔ گویا ان اقوام کے مالوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے (1) وہ مال جو اپنے ملکوں میں صنعتوں وغیرہ سے پیدا کریں گے (2) وہ مال جو دوسرے ملکوں سے حاصل کریں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ آیت مغربی اقوام پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف صنعتی ترقی سے وہ مالدار ہوگئی ہیں۔ دوسری طرف انہوں نے نہ صرف دوسرے ملکوں سے اپنا راس المال لگا کر ان کا مال چھین لیا۔ بلکہ اس بہانے سے انہوں نے کئی ملکوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

ان اقوام کو ایک ہولناک جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ آپس میں لڑ کر تباہ ہو جائیں گی۔ عربی زبان میں سؔ اور سَوْفَ جب فعل پر داخل ہوتے ہیں تو زمانہ کی مقدار بتاتے ہیں۔ کہ یہ فعل کب واقع ہوگا۔ سؔ زمانہ قریب کیلئے آتا ہے اور سَوْفَ زمانہ بعید کیلئے۔ اس آیت میں سَيَصْلٰی فعل پر سؔ داخل ہوا ہے۔ جو زمانہ قریب پر دلالت کرتا ہے گویا اس میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قومیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آگ بھڑکائیں گی اور آپ کے مذہب کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گی۔ جس وقت اُن کی کوششیں انتہا کو پہنچ جائیں گی تو اس کے بعد جلد ہی وہ لڑائی کی آگ میں جھونکی جائیں گی۔ چنانچہ دیکھ لو کہ مغربی تحریکیں اسلام کے خلاف 1914 میں کمال کو پہنچیں اور اس کے معًا بعد اُن کی آپس میں جنگ ہوگئی جو 1918ء میں ختم ہوئی۔ اور پھر دوبارہ 1938ء میں اس کے نتیجہ میں پھر ایک جنگ ہوئی جو 1945 تک چلی گئی اور 1945ء کے بعد ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی ایجاد ہوئی جس سے دنیا ایک اور تباہی کے کنارہ پر کھڑی ہے۔ اور یہ زمانہ اس زمانہ کے بالکل قریب ہے جس میں ان مغربی اقوام کی کوششیں اسلام کے خلاف انتہاء کو پہنچ گئی تھیں۔

(تفسیرِ کبیر جلد دہم صفحات 511-514)

---- احادیثِ مبارکہ ----

عَنْ حُذَيْفَةَ ابْنِ اُسَيْدِ الْغِفَارِيِّ قَالَ اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَاتَذْكُرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ اٰيَاتٍ۔ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ۔ وَالدَّآ بَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا۔ وَنُزُوْلَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَثَلٰثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ۔ وَاٰخِرَ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ۔

(مسلم بحواله مشکوٰۃ کتاب الفتن باب لعلامات بین یدی الساعۃ)

حذیفہ ابن اسید الغفاری کہتے ہیں کہ ایک دن ہم چندلوگ بیٹھے قیامت کا ذکر کرر ہے تھے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم پر جھانکا اور دریافت فرمایا کہ کیا باتیں کرر ہے ہو ہم نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا ذکر کرر ہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے برپا ہونے سے قبل دس علامات کا ہونا ضروری ہے۔ اور آپ نے حسبِ ذیل علامات گنوائیں۔

دخان۔ خروج دجّال۔ خروج دابہ۔ طلوع الشّمس من المغرب۔ نزول عیسیٰ بن مریم۔ خروج یاجوج و ماجوج۔ اور تین ایسے واقعات جن سے لوگ زمین میں دھنسیں گے۔ ایک ایسا واقعہ مشرق میں ہوگا اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں اور آخری علامت یہ بتائی کہ یمن کی طرف سے ایک آگ نکلے گی۔

☆......☆......☆......☆

ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ لَاُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَ قَوْمَهُ فَقَدْ اَنْذَرَنُوْحٌ قَوْمَهُ۔

(کنزل العمّال جلد7صفحہ195بحوالہ ابوداؤد و ترمذی)

دجال کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی اُمّت کو دجّال سے ہوشیار نہ کیا ہو۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ہوشیار کیا اور میں بھی اس کی خبر دیتا ہوں اور قوم کو ہوشیار رہنے کی تلقین کرتا ہوں۔

☆......☆......☆......☆

عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ ﷺ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ: اَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ' قَالَ: يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ: مَالِيْ مَالِيْ' قَالَ: وَهَلْ لَكَ يَاابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَااَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْلَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْتَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ؟

(مسلم کتاب الزھد و الرقائق)

حضرت مطرفؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپؐ سورہ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے اس کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ ابن آدم کہتا ہے میرا مال ہائے میرا مال! اے ابن آدم کیا کوئی تیرا مال ہے بھی؟ سوائے اس مال کے جو تو نے کھایا اور ختم ہوگیا یا جو پہن لیا اور وہ پرانا اور بوسیدہ ہوگیا یا جو تو نے صدقہ کیا کہ وہ تمہارے لئے اگلے جہان میں فائدہ کا موجب ہوگا باقی سب مال تو دوسروں کیلئے ہے۔

☆......☆......☆......☆

ارشاداتِ عالیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام

مورخہ 30 جون 1904 کو امریکہ اور یورپ کی حیرت انگیز ایجادات کا ذکر ہورہا تھا اس میں یہ ذکر بھی آ گیا کہ دودھ اور شوربا وغیرہ جو ٹینوں میں بند ہوکر ولایت سے آتا ہے بہت نفیس اور ستھرا ہوتا ہے۔ اور ایک خوبی اس میں یہ ہوتی ہے کہ انکو بالکل ہاتھ سے نہیں چھوا جاتا، دودھ تک بھی بذریعہ مشین کے دوہا جاتا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا چونکہ نصاریٰ اس وقت ایسی قوم ہوگئی ہے جس نے دین کے حدود اور اسکے حلال وحرام کی کوئی پروانہیں رکھی۔ اور کثرت سے سؤر کا گوشت ان میں استعمال ہوتا ہے اور جو ذبح کرتے ہیں اس پر بھی خدا کا نام ہرگز نہیں لیتے بلکہ جھٹکے کی طرح جانوروں کے سر جیسا کہ سنا گیا ہے علیحدہ کردیئے جاتے ہیں۔ اسلئے شبہ پڑسکتا ہے کہ بسکٹ اور دودھ وغیرہ جو ان کے کارخانوں وغیرہ کے بنے ہوئے ہوں۔ ان میں سؤر کی چربی اور سؤر کے دودھ کی آمیزش ہو۔ اس لئے ہمارے نزدیک ولایتی اور اس قسم کے دودھ اور شوربے وغیرہ استعمال کرنے بالکل خلافِ تقویٰ اور ناجائز ہیں۔ جس حالت میں کہ سؤر کے پالنے اور کھانے کا عام رواج ان لوگوں میں ولایت میں ہے۔ تو ہم کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ دوسری اشیاءِ خوردنی جو کہ یہ لوگ تیار کرکے ارسال کرتے ہیں ان میں کوئی نہ کوئی حصہ اس کا نہ ہوتا ہو۔

اس پر ابوسعید المعروف عرب صاحب تاجر برنج رنگون نے ایک واقعہ حضرت اقدس کی خدمت میں یوں عرض کیا کہ رنگون میں بسکٹ اور ڈبل روٹی بنانے کا ایک کارخانہ انگریزوں کا تھا۔ وہ ایک مسلمان تاجر نے قریب ڈیڑھ لاکھ روپے کے خرید لیا۔ جب اس نے حساب وکتاب کی کتابوں کو پڑتال کرکے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سؤر کی چربی بھی اس کارخانہ میں خریدی جاتی رہی ہے۔ دریافت پر کارخانے والوں نے بتلایا کہ ہم اسے بسکٹ وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر یہ چیزیں لذیذ نہیں ہوتیں۔ اور ولایت میں بھی یہ چربی ان چیزوں میں ڈالی جاتی ہے۔ چونکہ اس موقع پر ہم میں سے بعض ایسے بھی تھے۔ جن کو اکثر سفر کا اتفاق ہوا ہے۔ اور بعض بھائی افریقہ وغیرہ دور دراز امصار وبلاد میں اب تک موجود ہیں۔ جن کو اس قسم کے دودھ اور بسکٹ وغیرہ کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اس لئے ان کو بھی مدنظر رکھ کر دوبارہ اس مسئلہ کی نسبت دریافت کیا گیا۔ اور نیز اہلِ ہنود کے کھانے کی نسبت عرض کیا گیا کہ یہ لوگ بھی اشیاء کو بہت غلیظ رکھتے ہیں۔ اور ان کی کڑاہیوں کو اکثر کُتے چاٹ جاتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک نصاریٰ کا وہ طعام حلال ہے جس میں شبہ نہ ہو۔ اور از روئے قرآن مجید کے وہ حرام نہ ہو۔ ورنہ اس کے یہی معنی ہوں گے کہ بعض اشیاء کو حرام جان کر گھر میں تو نہ کھایا مگر باہر نصاریٰ کے ہاتھ سے کھالیا۔ اور نصاریٰ پر ہی کیا منحصر ہے اگر ایک مسلمان بھی مشکوک الحال ہو۔ تو اس کا کھانا بھی نہیں کھاسکتے۔ مثلاً ایک مسلمان دیوانہ ہے اور اسے حلال وحرام کی خبر نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کے طعام یا تیار کردہ چیزوں پر کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ اسی لئے ہم گھر میں ولایتی بسکٹ استعمال نہیں کرنے دیتے۔ بلکہ ہندوستان کی ہندو کمپنی کے منگوایا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کی نسبت ہندوؤں کی حالت اضطراری ہے۔ کیونکہ یہ کثرت سے ہم لوگوں میں مل جل گئے ہیں۔ اور ہر جگہ انہی کی دکانیں موجود ہوتی ہیں۔ اگر مسلمانوں کی دکانیں ہوں اور سب شے وہاں ہی سے مل جاوے تو پھر البتہ ان سے خوردنی اشیاء نہ خریدنی چاہئیں۔ علاوہ ازیں میرے نزدیک اہلِ کتاب سے مراد غالباً یہودی ہی ہیں کیونکہ وہ کثرت سے اس وقت عرب میں آباد تھے۔ اور قرآن شریف میں بار بار خطاب بھی انہی کو ہے اور صرف توریت ہی کتاب اس وقت تھی۔ جو کہ حلت اور حرمت کے مسئلے بیان کرسکتی تھی اور یہود کا اس پر اس امر میں جیسے عملدرآمد اس وقت تھا ویسے ہی اب بھی ہے۔ انجیل کوئی کتاب نہیں ہے۔

(الحکم 1/اگست 1904 صفحہ 10)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مهـرِ آن زنــده نـورت افـزا یـد　　مهـرِ ایـں مـردگـان چـه کـار آیـد

اُس زندہ کی محبت تیرے نور کو بڑھائے گی۔ ان مُردوں کی محبت بھلا کس کام آئے گی

لـاجـرم طـالـبِ رضـائـے خـدا　　بـگسـلـد از هـمـه بـرائـے خُـدا

یہ پکی بات ہے کہ خدا کی رضا کا طالب خدا کیلئے ہر ایک سے قطع تعلق کر لیتا ہے

شیـوه اش مـے شـود فـدا گشـتـن　　بهـرِ حق هـم زجـان جُدا گشـتن

اُس کا مذہب تو یار پر قربان ہو جانا اور خُدا کیلئے اپنی جان سے جدا ہونا ہے

در رضائے خُدا شدن چون خاک　　نیستـی و فـنـا و استهـلاک

خُدا کی رضا میں خاک ہو جانا اور نیستی اور فنا اور ہلاکت کا طالب ہونا

دل نهـادن در آنـچـهء مـرضئ یار　　صبـر زیـرِ مـجـارئ اقـدار

جو یار کی مرضی ہو اُس پر راضی ہونا اور جاری شدہ قضا و قدر پر صبر کرنا

تـو بـحق نیـز دیگـرے خواهـی　　ایں خیال است اصلِ گمراهی

تو خُدا کے ساتھ اوروں کو بھی چاہتا ہے بس یہی خیال گمراہی کی جڑ ہے

اگـر دهـنـدت بـصیرت و مردی　　از هـمـه خـلـق سوئے حق گردی

اگر تجھ میں عقل اور دلیری ہو تو تو صرف خدا ہی کی طرف متوجہ رہے

درحـقیـقـت بـس است یار یکے　　دل یکـے جـان یکـے نگـار یکـے

درحقیقت محبوب ایک ہی کافی ہے کیونکہ دل بھی ایک ہوتا ہے اور جان بھی ایک اس لئے محبوب بھی ایک ہونا چاہیئے

هـر کـه او عـاشـق یکـے بـاشد　　تـرکِ جـان پیشـش انـد کـے باشد

جو ایک ہی ہستی کا عاشق ہو گا جان دینا اُس کے لئے معمولی بات ہو گی

(دُرِّثمین فارسی صفحات 40-41)

خطبہ جمعہ

آج خدا تعالیٰ نے ان کتابوں کو نشر کرنے کے اور اسلام کے مخالفین کے جواب دینے کے پہلے سے بڑھ کر ذرائع مہیا فرما دیئے ہیں جو تیز تر ہیں

اللہ تعالیٰ جب نبی کے مخالفین کے بارہ میں کچھ بتاتا ہے تو وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں، اگر ان کے لئے سزا مقدر ہو، اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لینا ہو تو وہ ضرور لیا جاتا ہے، چاہے نبی کی زندگی میں پورا ہو یا بعد میں۔

پس یہ مواقع ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ اور دفاع میں ان کو کام میں لاؤ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 15 اکتوبر 2010ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۭ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۥۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفاً ۙ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفاً ۙ وَالنّٰشِرٰتِ نَشْراً ۙ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقاً ۙ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْراً ۙ عُذْراً اَوْ نُذْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۭ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۭ

(المرسلت: 2 تا 12)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ قسم ہے پے بہ پے بھیجی جانے والیوں کی۔ پھر بہت تیز رفتار ہو جانے والیوں کی۔ اور پیغام کو اچھی طرح نشر کرنے والیوں کی۔ پھر واضح فرق کرنے والیوں کی۔ پھر انتباہ کرتے ہوئے صحیفے پھینکنے والیوں کی۔ حجت یا تنبیہ کے طور پر۔ یقیناً جس سے تم ڈرائے جا رہے ہو لازماً ہو کر رہنے والا ہے۔ پس جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ اور جب آسمان میں طرح طرح کے سوراخ کر دیئے جائیں گے۔ اور جب پہاڑ جڑوں سے اکھیڑ دیئے جائیں گے۔ اور جب رسول مقررہ وقت پر لائے جائیں گے۔

ان آیات میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے صحابہ کے ذریعے اسلام کے پھیلنے کی خبر ہے جو اپنے نقطہ عروج کو پہنچ کر ان پیشگوئیوں کو روزِ روشن کی طرح واضح کر گئیں وہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے زمانہ اور آپ کی آمد کی پیشگوئی بھی ہے۔ جب صحابہ والا تقویٰ مفقود ہونے کے بعد اسلام کی کشتی کو سنبھالنے کے لئے مسیح موعود اور مہدی موعود نے مبعوث ہو کر پھر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کر کے اسلام کو، اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا کام سرانجام دے کر اسلام کی کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ دنیا میں قائم کرنا تھا۔

پس آج یہ آیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور آپ کی قائم کردہ جماعت کی ترقی کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ ان آیات میں بیان کردہ کچھ پیشگوئیاں بھی ہیں جو ہم اس زمانہ میں پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں اور دیکھ چکے ہیں اور باقی انشاء اللہ پوری ہونے والی ہیں وہ بھی دیکھیں گے۔ یہ اُس خدا کا کلام ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے، جو سب سچوں سے سچا ہے۔ پس ہمارا خدا وہ خدا ہے جو قادر و توانا ہے۔ جو اپنی عظیم تر قدرت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مقدر انقلابات کو بھی سچا کر کے دکھا رہا ہے اور دکھائے گا۔ اگر ضرورت ہے تو اس بات کی کہ ہم اُس انقلاب کا حصہ بننے کے لئے، اُن نعمتوں سے حصہ لینے کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے لئے مقدر کی ہیں اپنی کوششوں کو بھی حرکت میں لائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی

تقدیر کا حصہ بننے کے لئے ہمیں اپنے اندر بھی انقلاب پیدا کرنا ہوگا، جس سے ہم میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کا حصہ بن کر ان انعامات کو حاصل کرنے والا بن جائے جو آپ ﷺ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے مقدر کر دیئے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنی تائیدات کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں جو نشانات دکھائے ہیں، دکھا رہا ہے اور دکھائے گا انشاء اللہ تعالیٰ، ان کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفاً فرمایا کہ فرشتوں کے ذریعہ جو تائیدات ہو رہی ہیں، ان کا زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی میں شروع ہوا۔ یہ پیغام جو نیکی، پاکیزگی، اعلیٰ اخلاق اور تقویٰ کے پھیلانے اور قائم کرنے کا پیغام تھا۔ یہ پیغام ان نشانات اور تائیدات کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے ذریعہ بھی پھیلا۔ وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعویٰ کیا تو وہ نہ صرف یہ کہ قابلِ پذیرائی نہ تھا۔ اس کو پوچھا نہیں گیا بلکہ مخالفت کے شدید دور سے یہ پیغام گزرا۔ مخالفتوں کے طوفان کھڑے کئے گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے پے در پے نشانات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلائل اور براہین جو خود خدا تعالیٰ کے نشان کا درجہ رکھتے تھے اور آپ کے ماننے والوں کی تبلیغ، یہ سب ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے تمام مخالفتوں کے باوجود آہستہ آہستہ نیک فطرتوں کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل کرنا شروع کر دیا۔ اور آپ کی زندگی میں جماعت لاکھوں کی تعداد تک پہنچ گئی۔ پس خدا تعالیٰ جب اپنے انبیاء بھیجتا ہے تو ان کے پیغام کو پہلے آہستہ آہستہ پھیلاتا ہے اور پھر وہ بڑی تیزی سے ضرب کھاتے چلے جاتے ہیں۔ پہلے پیغام پہنچانے کے وسائل اور ذرائع کم ہوتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ جس تقدیر کو کرنے کا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ان وسائل اور ذرائع میں بھی اضافہ اور تیزی فرما دیتا ہے۔ پس ایک تو نشانات میں اضافہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں دیکھتے رہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جو بات بھی الہاماً یا رؤیا صادقہ کی صورت میں بتاتا رہا ان میں بھی آپ کے ابتدائی دور میں اور ہر آنے والے وقت میں اضافہ ہوتا رہا جس کے اپنے اور غیر کثرت سے گواہ ہیں۔ مثلاً آپ نے اپنی زندگی میں طاعون کی مثال دی ہے کہ شروع شروع میں یہ نشان کے طور پر ظاہر ہوا۔ بہت معمولی نشان تھا تھوڑے تھوڑے علاقوں میں ظاہر ہوا۔ اور پھر یہ پھیلتا چلا گیا اور پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ لیکن جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا کہ بعض باتیں میرے اس دنیا سے جانے کے ساتھ مقدر ہیں یعنی اس کے بعد ہوں گی جو جماعت کی تائید میں ہوں گی، جن کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ اور قدرتِ ثانیہ جو خلافت کا دور ہے، ان میں تم ان باتوں کو پورا ہوتا دیکھو گے۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ یہ باتیں جو اَب کی جا رہی ہیں بعض ان میں سے بعد میں پوری ہوں گی۔ ان کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسائل اور ذرائع کو اس زمانہ کے مطابق مہیا فرما دیا اور فرما رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ بعض کام اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی زندگیوں میں پورے فرماتا ہے اور بعض ان کے جانے کے بعد پورے فرماتا ہے۔ لیکن انبیاء سے جو وعدہ ہوتا ہے، جو الٰہی تقدیر کا حصہ ہوتا ہے وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْهُم مُّنْتَقِمُوْنَ (الزخرف:42) پس اگر ہم تجھے لے بھی جائیں تو ان سے ہم بہرحال انتقام لینے والے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ جب نبی کے مخالفین کے بارہ میں کچھ بتاتا ہے تو وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں، اگر ان کے لئے سزا مقدر ہو، اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لینا ہو تو وہ ضرور لیا جاتا ہے، چاہے نبی کی زندگی میں پورا ہو یا بعد میں۔ اسی طرح اگر کسی کے بارہ میں خوشخبری ہے، فتوحات کی خبریں ہیں، اگر اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ دیتا ہے یا اپنے نبی سے الفاظ کہلواتا ہے تو وہ بھی کچھ زندگی میں اور کچھ بعد میں پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو کسریٰ کے سونے کے کنگن کی خوشخبری دی تھی تو اصل میں اس میں ایران کے اسلام کے جھنڈے تلے آنے کی خبر تھی جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پوری ہوئی اور سراقہ کو کنگن پہنائے گئے۔ پس نیکی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق پہلے آہستہ آہستہ پھیلتی ہے اور پھر دائرہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ نبی کی فتوحات آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہیں اور پھر دائرہ وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور جب دائرہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر بھی ان کو پورا کرنے کے لئے پہلے سے تیز اور بہتر حالات پیدا کر دیتی ہے۔ اور ذرائع اور وسائل مہیا ہو کر پھر ان میں تیزی آتی جاتی ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کوئی محدود طاقتوں والا نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے کہ نبی کے زمانے میں بھی نبی سے کئے گئے تمام وعدے اور فتوحات کو اس زمانہ میں اور اس کی زندگی میں پورا کر دے تو کر سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بعد میں آنے والے بھی ان فتوحات اور انعامات سے حصہ لینے والے بن جائیں۔ پس اس زمانہ کے تیز وسائل ہمیں اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ ان کا صحیح استعمال کریں۔ انہیں کام میں لائیں اور صحابہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے زمانہ کے امام کے معین و مددگار بن جائیں۔ اور مددگار بن کر اس کے مشن کو پورا کرنے والے ہوں۔ تیز رفتار وسائل اس طرف توجہ مبذول کروا رہے ہیں کہ ہم اس تیز رفتاری کو خدا تعالیٰ کا انعام سمجھتے ہوئے اس کے دین کے لئے استعمال کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اگر یہ فرمایا ہے کہ وَالنّٰشِرٰتِ نَشْراً اور پیغام کو اچھی طرح نشر کرنے والوں کو بھی شہادت کے طور پر پیش کیا گیا ہے تو یہ پیغام وہ ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور وہ کامل اور مکمل دین جو تا قیامت قائم رہنے والا ہے اس دین کے احیائے نو کے لئے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے۔

پس خدا تعالیٰ نے اس نشر کے اس زمانہ میں جدید طریقے مہیا فرما دیئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے پاس آج کل کے وسائل اور جدید طریقے موجود نہیں تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے تبلیغِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔ آج کل ہمارے پاس یہ طریقے موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے زمانہ میں یہ مقدّر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیشگوئی بھی فرما دی تھی۔ یہ آیت جو ہے یہ پیشگوئی ہے جس کا دوسری جگہ اس طرح ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَاالصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر: 11) یعنی جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی۔ پس ایک تو یہ زمانہ کتابیں پھیلانے کا ہے جو مسیح موعود کا زمانہ ہے اور اس وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانی خزائن کا ایک بے بہا سمندر ہمارے لئے چھوڑا ہے اور اس کی اشاعت آپ کے زمانے میں ہوئی۔ آپ کے صحابہ نے بھی اس کو پھیلانے میں خوب کردار ادا کیا۔ ہم صحابہ کے واقعات پڑھتے ہیں کہ کسی نہ کسی صحابی نے کوئی کتاب دوسرے شخص کو دی، اس نے پڑھی، اس کے دل پر اثر ہوا اور اس طرح آہستہ آہستہ لوگ احمدیت میں شامل ہوتے چلے گئے۔ اور ایک قربانی کے ساتھ ان لوگوں نے یہ کام کیا جیسا کہ اسلام کے دورِ اول میں صحابہ نے کیا تھا۔ اور پھر یہ لوگ، یہ صحابہ جن کی قسم کھائی گئی ہے، جن کو شہادت کے طور پر پیش کیا گیا ہے خدا تعالیٰ کے پسندیدہ بن گئے۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ والا کردار ادا کیا۔ جس سے یہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بن گئے۔

آج خدا تعالیٰ نے ان کتابوں کو نشر کرنے کے اور اسلام کے مخالفین کے جواب دینے کے پہلے سے بڑھ کر ذرائع مہیا فرما دیئے ہیں جو تیز تر ہیں۔ کتابیں پہنچنے میں وقت لگتا تھا اب تو یہاں پیغام نشر ہوا اور وہاں پہنچ گیا۔ یہاں کتاب پرنٹ ہوئی اور دوسرے end سے نکال لی گئی۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب، قرآن کریم اور دوسرا اسلامی لٹریچر انٹرنیٹ کے ذریعہ، ٹی وی کے ذریعہ نشر ہونے کی نئی منزلیں طے کر رہا ہے۔ جو تیزی میڈیا میں آج کل ہے آج سے چند دہائیاں پہلے ان کا تصور بھی نہیں تھا۔ پس یہ مواقع ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ اور دفاع میں ان کو کام میں لاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ جدید ایجادات اس زمانہ میں ہمارے لئے اس نے مہیا فرمائی ہیں۔ ہمارے لئے یہ مہیا کر کے تبلیغ کے کام میں سہولت پیدا فرما دی ہے۔ اور ہماری کوشش اس میں یہ ہونی چاہئے کہ بجائے لغویات میں وقت گزارنے کے، ان سہولتوں سے غلط قسم کے فائدے اٹھانے کے ان سہولتوں کا صحیح فائدہ اٹھائیں، ان کو کام میں لائیں۔ اور اگر اُس گروہ کا ہم حصہ بن جائیں جو مسیح محمدی کے پیغام کو دنیا میں پہنچا رہا ہے تو ہم بھی اس گروہ میں شامل ہو سکتے ہیں، ان لوگوں میں شامل ہو سکتے ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔

MTA کی تقریب پر مَیں نے انہیں یہی کہا تھا کہ آج MTA کا ہر کارکن چاہے وہ جہاں بھی دنیا میں کام کر رہا ہے، یا کسی بھی کونے میں جہاں کام کر رہا ہے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو دنیا کے کنارے تک پہنچانے کا کام کر رہا ہے۔ یہ کام تو خدا تعالیٰ نے کرنا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خود آپؑ سے فرمایا تھا کہ مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ذرائع بھی پیدا فرمائے ہیں کہ آپ کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے اور یہ تمام ایجادات اس کی شہادت دے رہی ہیں۔ لیکن ہم اس سوچ کے ساتھ اگر یہ کام کریں کہ ہم اس تبلیغ کا حصہ بن کر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بھی بن جائیں۔ اور یہ اپنے آپ کو دیکھیں کہ آیا ہم بن رہے ہیں کہ نہیں تو تبھی اس کا صحیح حق ادا ہو گا۔ ایسے کارکنوں کو تبھی ان کے حقیقی مقام کا احساس ہو گا جب وہ یہ جائزہ بھی لے رہے ہوں گے۔ اور جب مقام کا احساس ہو گا تو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی جو ذمہ داریاں ہیں اس طرف بھی توجہ پیدا ہو گی۔ صرف ٹیکنیکل مدد یا کیمرے کے پیچھے کھڑے ہو جانا یا پروگرام بنا لینا یا اسی طرح کے دوسرے کام کر دینا کافی نہیں ہو گا بلکہ پھر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے عبادتوں کی طرف بھی توجہ ہو گی۔ ہر کام کے بہتر انجام کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف جھکاؤ ہو گا اور وَالنّٰشِرٰتِ نَشْراً کو سامنے رکھتے ہوئے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ یعنی عبادتوں کے معیار کے ساتھ عملی کوششیں کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے مسیح کی مدد کرنے کی طرف بھی توجہ ہو گی۔ اس پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کوشش ہو گی۔ اور یہ بات صرف MTA تک محدود نہیں ہے یا بعض ویب سائٹس پر جواب دینے کے لئے کچھ لوگوں کی ٹیم بنا دی جاتی ہے، ان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر فردِ جماعت کو اس میں کردار ادا کرنا چاہئے۔ صحابہ نے جو حق ادا کیا اسے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم نے اب تک وقت ضائع کیا ہے یا ہماری توجہ پیدا نہیں ہوئی یا احساس نہیں ہوا تو اب اپنے اندر احساس کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ گو کہ اتمامِ حجت تو ہو چکی ہے لیکن پھر بھی جس حد تک ہم اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اس کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر اس طرح ہر احمدی اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ہم ایک انقلاب دیکھیں گے کیونکہ

زمانہ اب تیزی سے اس طرف آ رہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا۔ پھر فرق کر کے دکھلانے والوں کی شہادت ہے۔ یہ تبلیغ اور ذرائع کا جو استعمال ہے یہ فرق کر کے دکھا رہا ہے۔ ہر احمدی جو کسی بھی صورت میں تبلیغی مہم میں حصہ لے رہا ہے، فٰرِقٰتِ فَرْقًا کا حصہ ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے سے، لٹریچر کے ذریعے سے یا MTA کے کارکنان جو براہِ راست اگر نہیں تو اس مشینری کا حصہ ہیں جو یہ کام سرانجام دے رہی ہے۔ اس نظام کا حصہ ہیں جو دنیا میں یہ صحیفے اور کتب نشر کر رہا ہے۔ آج دنیا میں اس نئی ایجاد کی وجہ سے کھیل کود اور لغویات کی تشہیر بھی ہو رہی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا تھا۔ لیکن دوسری طرف اللہ والوں کا ایک گروہ ہے جو نیکی کی باتیں پھیلا رہے ہیں۔ مسیح محمدی کے غلاموں کا ایک گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کوشاں ہے۔

گو بعض دوسرے چینل بھی اسلام کی تعلیم پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر ایک محدود وقت کے لئے اور پھر اس میں زمانہ کے حکم اور عدل کو چھوڑنے کی وجہ سے ایسی ایسی تشریحات اور بدعات بھی ہیں جو بعض دفعہ تعلیم کی روح کو بگاڑ دیتی ہیں۔ اب مثلاً یہی سوال جواب کے پروگرام آتے ہیں۔ کسی نے مجھے لکھا کہ فلاں مولوی صاحب یہ تشریح پیش کر رہے تھے کہ عورتوں کے لئے اب پردہ ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآنِ شریف میں صرف سینے پر اوڑھنیوں کو لپیٹنے کا حکم ہے۔ کہیں سَر ڈھانکنے کا حکم نہیں ہے۔ حالانکہ بڑا واضح لکھا ہے اور پھر کہہ دیتے ہیں کہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لئے تھا۔ حالانکہ اسی آیت میں مومنات کے لئے بھی حکم ہے۔ تو بہر حال یہ غلط قسم کی توجیہات پیدا کی جاتی ہیں۔ پھر بدعات پیدا کی جاتی ہیں۔ بہانے بنائے جاتے ہیں کہ کس طرح اسلامی حکموں کو ٹالیں۔ اس طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے، اسلام کی تعلیم ہے اس کی روح کو بگاڑ دیتے ہیں۔

پس اصل تعلیم وہی ہے جو اس غلامِ صادق کے ذریعے پھیل رہی ہے جو زمانے کا حکم عدل ہے۔ اور یہی تعلیم ہے جو حق اور باطل اور صحیح اور غلط اور خالص دینی اور بدعات کی ملونی میں فرق کر کے دکھلانے والی ہے۔ پس مسیح موعود کا کام بطور حکم عدل کے فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا کی حقیقی تشریح کرنا ہے۔ پس ہمیں اس ماحول سے نکل کر جو آج کل دنیا داری کا ماحول ہے اس حقیقی ماحول کو اپنانے کی ضرورت ہے، اس پر قائم رہنے کی ضرورت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے پیش فرمایا ہے۔ ورنہ ہم میں اور دوسروں میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ فرق تبھی واضح ہوگا جب ہماری تبلیغ کے ساتھ، جب ہمارے پروگراموں کے ساتھ ہمارے اپنے اندر بھی وہی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہوں گی۔ ہم اپنے نفس کے بھی جائزے لے رہے ہوں گے۔ جو تعلیم دے رہے ہوں گے، جس تعلیم کو سمجھ رہے ہوں گے اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہوں گے۔ اس کے نمونے بھی دکھا رہے ہوں گے۔ پس اسلام کی جس خوبصورت تصویر کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا ہے اور جو فرق کر کے دکھایا ہے جو اصل میں وہ تصویر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمائی ہے۔ اسی کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ اسی کی آج ہمیں ضرورت ہے۔

تبلیغ کے ضمن میں مَیں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ لیف لیٹس (Leaflets) تقسیم کرنے کی ایک سکیم بنائی گئی تھی۔ یہاں UK میں بھی اس پر عمل ہوا ہے، دنیا کے اور ملکوں میں بھی ہوا ہے اور دنیا میں اس کا بڑا اثر ہے۔ جماعت کا مختصر تعارف جیسے پیش کیا گیا اور جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیار اور محبت کی تعلیم پیش کی گئی اس نے دنیا میں بڑا اثر دکھایا۔ امریکہ میں بھی مہم ہوئی ہے۔ وہاں تو یہ کہتے تھے کہ شاید ہم کامیاب نہ ہو سکیں لیکن جب انہوں نے Leaflets بانٹنا شروع کئے تو لوگوں نے بڑی خوشی سے اس پیغام کو وصول کیا کہ اسلام کا یہ پیغام تو ہم نے پہلی دفعہ دیکھا اور سنا ہے۔ اور اس بنیاد پر اخبار کے کالم لکھنے والوں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ پیغام جو تم پہنچا رہے ہو اس پیغام کو ہم بھی تمہارے ساتھ تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ کئی کالم نویسوں نے، بڑے بڑے اونچے درجہ کے کالم نویس جو بڑے نیشنل اخباروں کے ٹاپ کے لکھنے والے تھے انہوں نے اس میں حصہ لیا اور پھر اپنے کالم لکھے اور وہ اخبارات لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ وہاں کے لوگ پڑھتے ہیں، Leaflets تو چند ہزار یا سینکڑوں میں تقسیم ہوئے تھے لیکن اخبار کے ذریعہ پھر جماعت کا پیغام لاکھوں کروڑوں میں پہنچ گیا۔ تو یہ ذریعہ بڑا کامیاب ہوا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا بعض انکار بھی کرتے تھے لیکن جب بتایا کہ ہمارا پیغام وہ پیغام نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ یہ محبت، پیار اور بھائی چارے کا پیغام ہے تو پھر لیتے ہیں۔ تو ہمارے پیغام میں اور دوسروں کے پیغام میں یہ فرق ہے جو زمانہ کے امام نے ہمیں سکھایا ہے کہ اس طرح تبلیغ کرو۔ بلکہ ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ ایک عورت کو انہوں نے پمفلٹ دیا تو اُس نے بڑے غصے سے دیکھا اور کہا کہ ہیں، یہ کیا مجھے بتا رہے ہو؟ جو نائن الیون کا واقعہ ہوا۔ تم نائن الیون والے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ ہمارا یہ پیغام نہیں۔ ہم مختلف ہیں۔ خیر اس نے لے لیا اور اس کے بعد پھر تعریف کی۔ پس اس پیغام نے نیکی اور برائی کو بھی واضح کر دیا۔ جہاں احمدیت کا اصل پیغام پہنچا ہے، اسلام کا اصل پیغام پہنچا ہے، وہاں نیکی اور بُرائی کا فرق بھی ظاہر ہو گیا۔ اصل اسلام اور بگڑی ہوئی تعلیم کو بھی واضح کر دیا۔ دنیا کو پتہ لگ گیا کہ اصل اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس سے پھر نوجوانوں میں بھی جرأت پیدا ہوئی۔ امریکہ میں خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر بعض نوجوان جھجک رہے تھے۔ لیکن جب اجتماع پر انہوں نے سکیم بنائی اور یہ پیش کیا جیسا کہ میں نے کہا کہ بعض اخباری کالم لکھنے والوں نے بھی شامل ہونے کے لئے کہا۔ جب وہ شامل ہوئے تو لڑکوں میں نوجوانوں میں ایک اعتماد پیدا ہوا اور پھر انہوں نے باقاعدہ سکیم بنا کر اس

میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ تو اس طرح جو تھوڑا سا احساسِ کمتری تھا وہ بھی دور ہو گیا۔ کیونکہ نوجوانوں میں اسلام کے نام پر جو دوسروں سے غلط باتیں سنتے ہیں ان میں ہمارے نوجوان بھی ایسے ہیں جن کو اسلام کا پوری طرح علم نہیں، جانتے نہیں، تو ان میں احساسِ کمتری پیدا ہو جاتا ہے۔ بہر حال غیروں کے منہ سے تعریف سن کر پھر ان میں اعتماد پیدا ہوا۔ یہ ایک ابتدا ہے جو ہوئی ہے۔ اس سے مزید راستے انشاء اللہ تعالیٰ کھلیں گے۔ اس لئے مَیں اس میں یہ نہیں کہتا کہ یہاں بند ہو گیا۔ اب اگلا قدم اٹھایا جائے گا۔ تو اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ چلتا جائے گا۔ جن کے پاس ایک دفعہ یہ پیغام پہنچ گیا اب ان کے لئے سوچنا چاہئے کہ اگلا پیغام کیا دینا ہے؟ ان کو اگلا پیغام کیا پہنچانا ہے؟

ایک صاحب نے مجھے کہا کہ کینیڈا میں بھی لیف لیٹ تقسیم ہو رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ انڈیا کی کسی جگہ سے ٹیکسٹ میسجز (Text Messages) بھیجے جائیں تو اس سے زیادہ اثر ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ وہاں بیٹھ کر کون سی ٹیم بھیجے گی۔ اور پھر کن کن ملکوں میں بھیجے گی؟ وہاں کے نمبروں کا ڈائریکٹریوں سے اگر پتہ بھی کر لیں گے، ایڈریس لے لیں گے تو پھر بعض قانونی روکیں ہوتی ہیں۔ بہر حال قانوناً یہ غلط ہے کہ کسی کو اگر وہ کوئی پیغام لینا نہیں چاہتا تو وہ پیغام بھیجا جائے۔ گو کہ ان کی نیت نیک ہی ہوگی لیکن یہ پیغام بہر حال اس طرح اثر انداز نہیں ہو سکتا جس طرح خود دینے سے، کیونکہ جب خود آپ دے رہے ہوں گے تو اپنی ایک کوشش بھی بیچ میں شامل ہوتی ہے۔ ایک ذاتی تعلق بھی بنتا ہے۔ پھر جب وہ شخص آپ کو دیکھتا ہے، آپ کا حلیہ دیکھتا ہے آپ کا انداز دیکھتا ہے آپ کی بات چیت کا انداز دیکھتا ہے تو پھر ایک ظاہری شکل سے بھی وہ اندازہ لگا لیتا ہے کہ کس قسم کا شخص ہے؟ اور پرسنل تعلق جب بنتے ہیں تو پھر ان سے رابطے بڑھتے ہیں اور یہی پھر تبلیغ کے ذریعے پیدا کرتے ہیں۔ لٹریچر دینا یا پمفلٹ دینا یا لیف لیٹ دینا تو ٹھیک ہے۔ لیکن صرف فونوں پر ٹیکسٹ میسج دینا ٹھیک نہیں۔ پھر یہ ہے کہ مشن کا پتہ دیں گے تو کوئی آئے کہ نہ آئے۔ ٹیکسٹ میسج دینے سے کمپنیوں کے اشتہار تو دیئے جا سکتے ہیں لیکن جب تک ذاتی تعلق سے اور ذاتی کوشش سے تبلیغ نہ کی جائے یا یہ لٹریچر تقسیم نہ کیا جائے تو پھر میرے خیال میں اس طرح تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ رابطے مستحکم ہوں گے تو تبلیغ کے میدان میں آگے بڑھیں گے۔

پھر یہ بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں اور بعض مسلمان ممالک میں اگر قانونی روکیں ہیں، تو باہر دوسرے ممالک میں جہاں آزادی ہے وہاں وسیع پیمانے پر جماعت کا تعارف کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ جو ہو رہا ہے ہر ملک نے ہزاروں میں یا چند لاکھ میں شائع کئے ہیں اس پر اکتفا نہ کر لیں۔ اس کام کو اب آگے بڑھانا چاہئے۔ ہر سال یہ تعارف لاکھوں میں پہنچنا چاہئے اور جن کو پہنچ گیا ان کو اگلا حصہ پہنچنا چاہئے۔ گویا کہ سارے نظام کو اس میں پوری طرح involve ہونا پڑے گا۔ پھر ان لیف لیٹس کے ذریعے جیسا کہ مَیں نے کہا صرف امریکہ میں نہیں اور جگہوں پر بھی اخباروں نے خبریں دی ہیں جہاں کئی ملین لوگوں میں احمدیت کا پیغام پہنچا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچا ہے۔ پس اس مہم کو پہلے سے بڑھ کر جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انتباہ کرنا بھی انبیاء کے کاموں میں سے ایک کام ہے۔ اور پھر انبیاء کے جو ماننے والے ہیں اُن کو بھی ان کے کام کو آگے بڑھانا چاہئے۔ اس لئے دنیا کو آگاہ کرنا، دنیا کو انتباہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے انذار سے ڈرانا یہ بھی بعض دفعہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا کہ اللہ کا پیغام سنانے والوں کو انتباہ کرنے والوں کے زمرہ میں شامل ہونا بھی نبی کے سچے پیروکاروں کا کام ہے۔ پس ایک پیغام کے بعد دوسرا پیغام اس لئے بھی ہونا ضروری ہے کہ نبی کے سچے پیروکاروں کا یہ کام ہے تا کہ دنیا جو غلط راستے پر چلی ہوئی ہے وہ ان غلط راستوں سے بچ جائے۔ اور یہی الٰہی جماعتوں کا کام ہے کہ دنیا کو آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔ اس کے لئے ہمیشہ کوشش ہوتی رہنی چاہئے۔ پیغام کے دو حصے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا۔ حجت کے طور پر یا تنبیہ اور ہوشیار کرنے کے لئے۔ پس اگر نہ مانیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی آ سکتی ہے۔

اس آیت اور اس سے پہلی آیت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ نبی کے نشان مومن اور کافر کے درمیان فرق کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ اس وقت لوگوں کو سمجھ آ جائے گی کہ حق کس امر میں ہے۔ آیا اس امام کی اطاعت میں یا اس کی مخالفت میں؟ یہ سمجھ آنا بعض کے لئے صرف حجت کا موجب ہو گا۔ عُذْرًا یعنی مرتے مرتے ان کا دل اقرار کر جائے گا کہ ہم غلطی پر تھے اور بعض کے نزدیک نُذْرًا یعنی ڈرانے کا موجب ہوگا کہ وہ توبہ کر کے بدیوں سے باز آ ویں۔ پس نبی کی سچائی تو بعض لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے لیکن بعض دفعہ ڈھٹائی اور ضد اور اَنا آڑے آ جاتی ہے۔ کچھ تو اللہ تعالیٰ کے حضور حساب دیں گے۔ اللہ پوچھے گا کہ کیوں نہیں مانا؟ اور کچھ کو توبہ کی توفیق مل جائے گی اور مل جاتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ اگر اللہ تعالیٰ رسّی دراز کرتا ہے اور وہ توبہ نہیں کرتے اور اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو پھر ان لوگوں کے انجام کے بارہ میں بھی متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ کہ تم جس بات کا وعدہ دیئے جا رہے ہو یقیناً وہ ہونے والی ہے۔ یعنی یہ انذار کی خبر اگر نہ مانو گے تو انذار ہے۔ اور انذار کے نتیجہ میں اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ (نشان) ظاہر فرماتا ہے اور اگلے جہان میں بھی سزا کی خبر دیتا ہے۔ اور نبی اور اس کی جماعت کے لئے یہ وعدہ ہے کہ آخری فتح اور غلبہ ان کا ہے۔ یعنی تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ میں دو پیغام ہیں۔ مخالفین کے لئے بھی کہ تم

اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہوں گے، اس دنیا میں عذاب کی صورت میں یا مرنے کے بعد۔ اور نبی اور ان کی جماعت سے جو غلبہ کا وعدہ ہے اس کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی انشاء اللہ پورا ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نہ ماننے والوں کو فرماتا ہے کہ اگر تم یہ کہو گے، اللہ کے پاس حاضر ہو کر یہ عرض کرو گے کہ ہمیں پتہ نہیں چلا، ہم سمجھ نہیں سکے، ہمیں واپس بھیج دے تو ہم اس نبی کو مان لیں گے، تیرے فرستادے کو مان لیں گے تو اللہ فرمائے گا اب نہیں۔ ایک دفعہ مرنے کے بعد کوئی واپس نہیں لوٹتا۔ اس کے لئے جو انذار تمہیں دیا گیا تھا اب وہی ہے۔ پس یہ ان لوگوں کے لئے بڑا خوف کا مقام ہے جو بلا سوچے سمجھے مخالفت میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ زمانہ جس میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ فَـاِذَا النُّـجُوْمُ طُـمِسَـتْ کہ جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ یعنی نام نہاد علماء علم سے بے بہرہ ہو جائیں گے۔ زمانہ کے امام کا انکار کرنے کی وجہ سے اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی اس روشنی سے محروم کر دیں گے۔ طُـمِسَـت کا مطلب ہے مٹا دیئے جائیں گے۔ پس ان کی روشنی تو ہوگی ہی نہیں۔ اور جس کے پاس روشنی نہ ہو اس نے کیا رہنمائی کرنی ہے؟ یہ لوگ تو خوب دنیا داری میں پڑ گئے ہوئے ہیں۔ اگر دیکھیں تو صرف ایک کام ان کا رہ گیا ہے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دو۔ کل سے ربوہ میں بھی پھر ایک ختمِ نبوت کانفرنس ہو رہی ہے۔ نام نہاد ختمِ نبوت کانفرنس۔ جس میں تمام بڑے بڑے مولوی، جماعتِ اسلامی کے امیر بھی اور دوسرے علماء بھی شامل ہوئے ہیں، اور جو اَب تک کی رپورٹیں ہیں، سب تقریروں میں جماعت کے خلاف مغلظات ہی بک رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں۔ پس یہ ستاروں کا ماند پڑ جانا عربی محاورہ ہے، جس کا یہی مطلب ہے کہ علماء دین سے بے بہرہ ہو جائیں گے یا لغات میں لکھا ہے کہ جب آفات ان پر پڑتی تھیں تو اس وقت کہا کرتے تھے کہ ستارے ماند پڑ گئے۔ پس یہاں اس کا یہ مطلب ہے کہ علماء تو بے دین ہو کر روشنی کے بجائے اندھیرا پھیلانے والے بن گئے اور لوگوں کو گمراہ کر دیا اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے بندہ کے ذریعہ سے جو اتمامِ حجت اور انذار کیا جائے۔ اور اس پر بھی جب انہوں نے توجہ نہیں دی تو پھر اللہ تعالیٰ کی اپنی تقدیر بھی چلتی ہے، قدرتی آفات بھی آتی ہیں۔ رات کے اندھیروں میں تاروں کی چمک اور روشنی جو تھوڑی بہت آتی ہے وہ بھی غائب ہو جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ زمانہ ہے وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ کہ جب آسمان میں شگاف پڑ جائیں گے۔ ایک تو اس کا سائنسی دنیا سے تعلق ہے۔ اس زمانہ میں نئی نئی وسعتوں کا بھی پتہ لگ رہا ہے، نئی کائناتوں کا پتہ لگ رہا ہے، نئے سیاروں کا پتہ لگ رہا ہے۔ پھر آج کل اوزون (Ozone) کی layer میں سوراخوں کا شور ہے۔ بہرحال ان سے تو موسمی تغیرات پیدا ہو رہے ہیں لیکن روحانی دنیا میں بھی اس سے مراد مسیح موعود کے آنے کی خبر ہے۔ کیونکہ علماء کے جب ستارے ماند پڑ جاتے ہیں اور ایسی حالت میں جب اندھیرے پھیل جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فرستادہ کے ذریعے سے روشنی بھیجتا ہے۔ اور اس روشنی کو پانے کے بعد اس فرستادہ کے ذریعہ جماعت قائم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کو بھی اور بعض ان کے ماننے والوں کو بھی الہامات اور رؤیا صادقہ کا اظہار شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ جب ہمارے فرستادہ کے آنے سے روحانی سلسلہ شروع ہوگا تو علماء روک بن جائیں گے۔ یہ سلسلہ تو شروع ہو جائے گا۔ پھر آگے فرمایا یہ علماء روک نہیں بن سکیں گے۔ ان سب کی بقاء اسی میں ہے کہ اس روحانی سلسلہ کو تسلیم کر لیں۔ ان علماء کی اور ان کے پیچھے چلنے والوں کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بڑے بڑے جبال ہیں، جو اپنے آپ کو پہاڑوں کی طرح مضبوط سمجھنے والے ہیں اور حکومتیں بھی ہیں وہ اگر اس فرستادہ کے سامنے کھڑی ہوں گی، اللہ کے پیاروں کے سامنے کھڑی ہوں گی تو پارہ پارہ کر دی جائیں گی۔ فرمایا کہ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَت پہاڑ جڑوں سے اکھیڑ دیئے جائیں گے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میری جڑیں عوام میں بڑی گہری ہیں۔ یا مجھے فلاں عرب ملک کی بادشاہت کی پشت پناہی حاصل ہے جو اسلام کے محافظ ہیں۔ یا فلاں مغربی ملک کی حکومت کی ہمیں اشیر باد حاصل ہے۔ جب کوئی خدا تعالیٰ کے فرستادے اور اس کی جماعت کے مقابلے پر آئے گا تو نہ عوام کی حمایت کام آئے گی، نہ کسی کی دولت اور مدد کام آئے گی، نہ اپنے قبیلے کام آئیں گے۔ یہ سب لوگ جو اپنے زعم میں پہاڑوں کی طرح مضبوط جڑوں پر قائم ہیں ہوا میں بکھیر دیئے جائیں گے۔ بلکہ جن کی حمایت پر زعم ہے وہ بھی بکھر جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی ہے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی تاریخ میں ایسے پہاڑوں کو بکھرتا ہوا دیکھ چکے ہیں۔

پھر اس سورۃ میں سے یہ جو آخری آیت مَیں نے لی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَت جب رسول وقتِ مقررہ پر لائے جائیں گے، یہ پھر مسیح و مہدی کی آمد کی پیشگوئی ہے کہ تمام رسول لائے جائیں گے۔ یعنی ایک شخص کھڑا ہوگا جو تمام رسولوں کی نمائندگی کرے گا۔ جس کے آنے کی پیشگوئی ہر پہلے رسول نے کی ہے۔ اپنے اپنے وقت میں انہوں نے کی تھی اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں پوری ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بھی فرمایا کہ جَرِیُ اللّٰـہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ۔ یعنی اللہ کا پہلوان تمام انبیاء کے پیرائے میں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میری نسبت براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں یہ بھی فرمایا ہے۔ جَرِیُ اللّٰـہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ۔ یعنی رسولِ خدا تمام گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے پیرایوں میں۔ اس وحیِ الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں

آئے ہیں۔خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی، ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے خواص یا واقعات میں سے اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا۔ ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے۔اسی پر خدا نے مجھے اطلاع دی اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جانی دشمن اور سخت مخالف جو عناد میں حد سے بڑھ گئے تھے جن کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا گیا اس زمانے کے اکثر لوگ بھی ان سے مشابہ ہیں اگر وہ توبہ نہ کریں''۔(ان سے مشابہتیں ہیں۔پس اگر ان کو ہلاک کیا گیا تو وہ سزائیں اب بھی آ سکتی ہیں۔یہ انذار جو ہے وہ اب بھی قائم ہے۔)''غرض اس وحی الٰہی میں یہ جتلانا منظور ہے کہ یہ زمانہ جامع کمالاتِ اخیار و کمالاتِ اشرار ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ رحم نہ کرے تو اس زمانے کے شریر تمام گزشتہ عذابوں کے مستحق ہیں۔ یعنی اس زمانے میں تمام گزشتہ عذاب جمع ہو سکتے ہیں اور جیسا کہ پہلی امتوں میں کوئی قوم طاعون سے مری، کوئی قوم صاعقہ سے، اور کوئی قوم زلزلہ سے اور کوئی قوم پانی کے طوفان سے اور کوئی قوم آندھی کے طوفان سے اور کوئی قوم خسف سے۔اسی طرح اس زمانے کے لوگوں کو ایسے عذابوں سے ڈرنا چاہئے اگر وہ اپنی اصلاح نہ کریں کیونکہ اکثر لوگوں میں یہ تمام مواد موجود ہیں۔محض حکمِ الٰہی نے مہلت دے رکھی ہے۔اور یہ فقرہ کہ جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ بہت تفصیل کے لائق ہے''۔فرمایا کہ''جو کچھ خدا تعالیٰ نے گزشتہ نبیوں کے ساتھ رنگارنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں ان معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے اور کی جائے گی''۔پس یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔مستقل چل رہا ہے۔مستقبل کی بھی خبریں ہیں اور کی جائیں گی۔پھر فرمایا:

''کیونکہ زمانہ اپنے اندر ایک گردشِ دوری رکھتا ہے اور نیک ہوں یا بد ہوں بار بار دنیا میں ان کے امثال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔اور اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں سو وہ مَیں ہوں۔اسی طرح اس زمانہ میں تمام بدوں کے نمونے بھی ظاہر ہوئے، فرعون ہو یا وہ یہود ہوں جنہوں نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر چڑھایا یا ابوجہل ہو سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں یاجوج ماجوج کے ذکر کے وقت اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔''

(براھین احمدیه حصه پنجم۔ روحانی خزائن جلد نمبر 21صفحه 116تا 118)

آپ تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ''اے سونے والو بیدار ہو جاؤ، اے غافلو! اٹھ بیٹھو کہ ایک انقلابِ عظیم کا وقت آ گیا۔یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا، اور تضرع کا وقت ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی اور تکفیر بازی کا۔دعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے۔تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بتمام و کمال دیکھ لو۔اور نیز اس نور کو بھی جو رحمتِ الٰہیہ نے اس ظلمت کے مٹانے کے لئے تیار کیا ہے۔پچھلی راتوں کو اٹھو اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو۔اور ناحق حقانی سلسلے کے مٹانے کے لئے بددعائیں مت کرو۔اور نہ منصوبے سوچو۔خدا تعالیٰ تمہاری غفلت اور بھول کے ارادوں کی پیروی نہیں کرتا۔وہ تمہارے دماغوں اور دلوں کی بے وقوفیاں تم پر ظاہر کرے گا۔اور اپنے بندہ کا مددگار ہو گا۔اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پودا کو کاٹ سکتا ہے جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے۔پھر وہ جو دانا و بینا اور ارحم الراحمین ہے وہ کیوں اپنے اس پودے کو کاٹے جس کے پھلوں کے مبارک دنوں کی وہ انتظار کر رہا ہے۔جب کہ تم انسان ہو کر ایسا کام کرنا نہیں چاہتے۔ پھر وہ جو عالم الغیب ہے جو ہر ایک دل کی تہہ تک پہنچا ہوا ہے کیوں ایسا کام کرے گا۔ پس تم خوب یاد رکھو کہ تم اس لڑائی میں اپنے ہی اعضاء پر تلواریں مار رہے ہو۔سو تم ناحق آگ میں ہاتھ مت ڈالو۔ایسا نہ ہو کہ وہ آگ بھڑکے اور تمہارے ہاتھ کو بھسم کر ڈالے۔یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کام انسان کا ہوتا تو بہتیرے اس کے نابود کرنے والے پیدا ہو جاتے''۔فرمایا:''کیا تمہاری نظر میں کبھی کوئی ایسا مفتری گزرا ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ پر ایسا افتراء کر کے کہ وہ مجھ سے ہم کلام ہے پھر اس مدت مدید کے سلامتی کو پا لیا ہو۔افسوس کہ تم کچھ بھی نہیں سوچتے اور قرآن کریم کی ان آیتوں کو یاد نہیں کرتے جو خود نبی کریمؐ کی نسبت اللہ جل شانہ فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو ایک ذرہ مجھ پر افتراء کرتا تو مَیں تیری رگِ جان کاٹ دیتا۔پس نبی کریمؐ سے زیادہ تر کون عزیز ہے کہ جو اتنا بڑا افتراء کر کے اب تک بچا رہے۔بلکہ خدائے تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال بھی ہو۔سو بھائیو! نفسانیت سے باز آؤ اور جو باتیں خدائے تعالیٰ کے علم سے خاص ہیں ان میں حد سے بڑھ کر ضد مت کرو۔اور عادت کے سلسلہ کو توڑ کر اور ایک نئے انسان بن کر تقویٰ کی راہوں میں قدم رکھو۔تا تم پر رحم ہو اور خدا تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دیوے۔سو ڈرو اور باز آ جاؤ۔کیا تم میں ایک بھی رشید نہیں وَاِنْ لَّمْ تَنْتَھُوْا فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِنُصْرَۃٍ مِّنْ عِنْدِہٖ وَیَنْصُرُ عَبْدَہٗ وَیُمَزِّقُ اَعْدَآئَہٗ وَلَا تَضُرُّوْنَہٗ شَیْئًا''۔

(آئینه کمالات اسلام ۔ روحانی خزائن جلد 5صفحه 53تا 55)

اگر تم باز نہ آئے تو اللہ اپنی جناب سے مدد دے گا اور اپنے بندے کی مدد کرے گا اور اس کے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکو گے۔

اللہ تعالیٰ دنیا کو عقل دے اور اس پیغام کو سمجھنے والے ہوں اور ہمیں بھی توفیق دے کہ اس پیغام کو دنیا میں پھیلانے والے ہوں اور دنیا کے بچانے کے لئے جس حد تک کوشش کر سکتے ہیں کرنے والے بنیں۔

☆......☆......☆......☆

توہینِ رسالت

جمیل احمد بٹ

پنجاب کی ایک پانچ بچوں کی ماں' 45 سالہ دیہاتی عیسائی عورت آسیہ بی بی کو قانون توہین رسالت کے تحت ایک مقدمہ میں سوا سال نظر بندی کے بعد شیخوپورہ کی ایک ماتحت عدالت کے سزائے موت کے حالیہ فیصلے نے ایک بار پھر اس معاملہ کو میڈیا کا موضوع بنا دیا ہے۔ اس قانون کے حامیوں کی رائے ہے کہ اسلام میں اس جرم کی یہی سزا ہے۔ اس لئے اس پر کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا اور اس قانون کو چھیڑنے والوں کے لئے اس کے نتائج اچھے نہیں ہونگے۔ دوسری طرف وہ سب انسان دوست جو مذہب کے نام پر تشدد کے خاتمے کے حامی ہیں چاہتے ہیں کہ اس قانون کو ختم کیا جائے اور جس طرح 1986 سے قبل کی چار دہائیوں میں پاکستان میں ہوئی اور بیشتر اسلامی ممالک میں ہمیشہ سے بلا کسی قانون کے ناموس رسالت کی حفاظت ہو رہی ہے آئندہ بھی اسی طرح ہوتی رہے۔ یا ابتدائی طور پر کم از کم اس قانون پر عمل درآمد کا طریق ایسا بنا دیا جائے جس سے ذاتی مفادات کے تحت ایسی الزام تراشیوں کا راستہ رک جائے اور بے گناہ لوگوں کو جیلوں میں بند رہنے اور قانونی طور پر یا ماورائے قانون قتل ہونے سے روکا جا سکے۔

دیگر مذاہب میں Blasphemy کا تصور

Blasphemy کا لفظ اپنی اصل کے اعتبار سے جن دو یونانی الفاظ سے مل کر بنا ہے ان کے انگریزی میں علیحدہ معنی To Injure (نقصان پہنچانا) اور Reputation (شہرت) ہیں۔ مذہبی طور پر یہودیت میں اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ کے خلاف ہرزہ گوئی پر ہوتا ہے اور اس کی سزا سنگسار کیا جانا ہے۔ چنانچہ تورات میں لکھا ہے:

And he that blasphemeth, the name of Lord, he shall surely be put to death and all the congregation shall certainly stone him (Lev 24:16)

اور وہ جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے (احبار 16:24)

عیسائیت میں یہودیت کی مانند انسان کی توہین جرم نہ سمجھی گئی تاہم خدا کے علاوہ روح القدس کی توہین کو بھی قابل سزا جرم قرار دیا گیا۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے:

'اور جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف کیا جائے گا لیکن جو روح القدس کے حق میں کفر بکے blasphemeth against the Holy Ghost اس کو معاف نہ کیا جائے گا۔' (لوقا 10:12)

البتہ قبل از اسلام مذاہب میں صرف ہندومت میں انسان کی توہین کو سزائے موت کا مستحق گردانا گیا جیسا کہ وید میں لکھا ہے:

'اگر ایک شودر ارادتاً کسی پنڈت کی توہین کرے تو بادشاہ کو چاہئے کہ اسے مختلف جسمانی سزائیں بلکہ موت کی سزا دے کر عبرت کا نشان بنا دے۔' (منو سمیرتی 248:9)

قرآنی تعلیم۔ سب کی عزت واحترام

Blasphemy کے بالمقابل عربی زبان میں زیادہ عام افعال سبا اور شتامہ ہیں۔ شتامہ قرآن کریم میں بالکل استعمال نہیں ہوا اور سبا صرف ایک بار اور وہ بھی اس نصیحت کے لئے کہ مشرکوں کے بتوں کو برا نہ کہو۔ (انعام :109) تاہم قرآن کریم رہتی دنیا تک رہنے والا قانون ہے اس لئے اس میں اس معاملہ کے درج ذیل ہر پہلو کا ذکر ہے اور اس کے بارے میں رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

اول: افراد کا ایک دوسرے سے سلوک، **دوم:** معزز اور بزرگ خدائی فرستادوں کی توہین کا معاملہ **سوم:** خدا کی توہین

اس میں شق اول صاف اور واضح ہے۔قرآن کریم میں سچائی، سچی گواہی، ایثار، تواضع، حسن ظن، عفو، صبر، عدل و احسان، ایفائے عہد، صلہ رحمی اور دوسروں سے حسن سلوک کے احکام ایسی صورتحال کا سد باب کرتے ہیں جن میں ایک فرد کے کسی دوسرے سے توہین آمیز رویہ اختیار کرنے کی نوبت آئے۔ پھر اس پر مستزاد قرآن کریم ان سب امکانات سے اجتناب کی بھی تعلیم دیتا ہے جو عملاً افراد کی توہین کا باعث بنتے ہیں یعنی بدگمانی، عیب جوئی، برے ناموں سے پکارنا، تحقیر و تمسخر، حسد، غیبت، جھوٹ، جھوٹی گواہی اور بغیر علم کے کسی بات کا کرنا۔ان دونوں جہتوں سے قرآن کریم نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کا انتظام کیا ہے جس میں افراد باہم امن و آشتی اور صلح صفائی سے رہیں اور ایک دوسرے کی عزت واحترام کریں۔

قرآنی تعلیم ۔انبیاء کی توہین کا معاملہ

شق دوم کے بارے میں قرآنی تعلیم کے دو پہلو ہیں ۔اول قرآن کریم خدائے خبیر کی جانب سے یہ خبر دیتا ہے کہ خدا کے فرستادے، چنندہ اور اپنے دور کے بہترین وجود ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے مخاطب ان کو جھٹلاتے، مخالفت کرتے اور تمسخر سے پیش آتے ہیں اور یوں ہر طرح توہین آمیز سلوک روا رکھتے ہیں ۔قرآن کریم میں یہ مضمون بار بار آیا ہے مثلاً:

انبیاء کی تکذیب

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ (المومنون45:23)

ترجمہ: پر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے جب بھی کسی امت کی طرف اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔

انبیاء کی مخالفت

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ (فرقان32:25)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے دشمن بنادئے ہیں

انبیاء کو جادوگر اور دیوانہ کہا جانا

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (الذٰریٰت 53:)

ترجمہ: اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف بھی کبھی کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا کہ یہ ایک جادوگر یا دیوانہ ہے۔

انبیاء سے استہزاء

i-وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ O(الزخرف8:43)

ترجمہ: اور کوئی نبی ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ تمسخر کیا کرتے تھے۔

ii-يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یٰس31:36)

ترجمہ: وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

دوسرے: اب چونکہ انبیاء کے لئے یہ صورتحال ایک طرح سے مقدر ہے اور کسی کے لئے اس سے مفر نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گزشتہ خبروں کے ذریعہ اس آگے آنے والی صورتحال سے قبل از وقت آگاہ فرما دیا۔اور اس سب پر صبر اور درگزر کا حکم دیا اور یہ تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ ان

توہین کرنے والوں کو اس جرم کی قرار واقعی سزا دے گا اور یہ کہ اللہ ہی کافی ہے۔ ایسی چند آیات درج ذیل ہیں:

i- وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (انبیاء 42:21)

ترجمہ: اور رسولوں سے تجھ سے پہلے بھی تمسخر کیا گیا پس ان کو جنہوں نے ان (رسولوں) سے تمسخر کیا انہی باتوں نے گھیر لیا جس سے وہ تمسخر کرتے تھے۔

ii- وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا (الانعام 35:6)

ترجمہ: اور یقیناً تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے تھے اور انہوں نے اس پر کہ وہ جھٹلائے گئے اور بہت ستائے گئے صبر کیا یہاں تک کہ ان تک ہماری مدد آن پہنچی۔

iii- اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (الحجر 96:15)

ترجمہ: یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں۔

iv- وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (حجر 15:98-100)

ترجمہ: اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تیرا سینہ ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا اور اپنے رب کی عبادت کرتا چلا جا یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے۔

v- وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (نمل 71:27)

ترجمہ: اور ان پر غم نہ کر اور کسی تنگی میں مبتلا نہ ہو اس کے باعث جو وہ مکر کرتے ہیں۔

vi- فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (یٰس 77:36)

ترجمہ: پس تجھے ان کی بات غم میں مبتلا نہ کرے یقیناً ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

vii- خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (اعراف 200:7)

ترجمہ: عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔

viii- وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (مزمل 11:73)

ترجمہ: اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور ان سے اچھے رنگ میں جدا ہو جا۔

ix- وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (احزاب 49:33)

ترجمہ: اور ان (کافروں اور منافقوں) کی ایذا رسانی کو نظر انداز کر دے اور اللہ پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ سورہ احزاب 5 ہجری میں مدینہ میں اس وقت نازل ہوئی جب کہ یہاں آنحضرت ﷺ کی سربراہی میں اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔

تیسرے یہ کھلی تکذیب و تمسخر کے واقعات مومنوں کی جماعت کو بھی دکھی کرتے تھے اس لئے آنحضور ﷺ کو دیئے گئے مندرجہ بالا احکامات بالواسطہ طور پر ان مومنوں کو بھی ان پر صبر، درگزر اور خدا سے لو لگانے اور اس کی تائید کی دعاؤں کی یاد دہانی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم نے اس صورتحال سے پہنچنے والی تکلیف سے بچاؤ کے لئے مومنوں کو اجتناب اور اعراض کا حکم بھی دیا جیسا کہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہے:

i- وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ (النساء 141:4)

ترجمہ: اور اس نے تم پر اس کتاب میں یہ (حکم) اتار چھوڑا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے یا ان سے تمسخر کیا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں۔

ii- وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِيْنَ (قصص56:28)

ترجمہ: اور جب وہ کسی لغو بات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے۔

قرآنی تعلیم۔توہین خداوندی

اس بارے میں قرآن کریم کی تعلیم تورات کی تعلیم سے جدا ہے۔ اور انسانی فطرت کے عین مطابق۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کو انسانوں کی محبت کا مرکز بنانے کے لئے قرآن کریم میں اپنے وجود پر دلائل اور اپنے حسن اور احسان کا بکثرت ذکر فرمایا ہے اور مثبت طور پر انسانوں کو اپنی طرف مائل کیا ہے۔

ترغیب کی اس راہ کے ساتھ قرآن کریم نے مومنوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ کسی مشرک کو از خود یہ موقع فراہم نہ کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ وجود کو جوابی سب وشتم کا نشانہ بنائے چنانچہ حکم ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام109:6)

ترجمہ: اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

پھر چونکہ اللہ کی شان میں سب سے بڑی گستاخی اس کا شریک ٹھہرانا ہے اس لئے اس سے روکنے کے لئے بطور انداز یہ تنبیہ فرمائی کہ شرک ایک ایسا گناہ ہے جو نا قابل معافی ہے جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (نساء49:4)

ترجمہ: یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ سب کچھ معاف کر دے گا جس کے لئے وہ چاہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ افتراء کیا ہے۔

یوں مختصراً توہین کے حوالے سے قرآنی تعلیم یہی ٹھہرتی ہے کہ ترغیب، تحریص اور انداز کے ذریعہ لوگوں کو اس سے روکا جائے اور اگر کوئی اپنی بدنیتی کے ہاتھوں اللہ کے کسی رسول یا خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے تو اس معاملہ پر صبر، درگزر، اعراض اور اجتناب کر کے اسے حوالہ بخدا کیا جائے جو خود اس جرم کی سزا دے گا۔

قرآن کریم میں توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا مذکور نہیں

قرآن کریم میں انبیاء کے مخاطبین کے تین گروہوں کا ذکر ہے کافر، منافق اور مومن۔ کافر نبی کے انکاری ہوتے ہیں اسے اور اس کے ماننے والوں پر ظلم وزیادتی کی راہ اپناتے ہیں۔ ان کفار نے آنحضرت ﷺ کی ہر طرح توہین کی۔ آپ کو برا بھلا کہا، آپ کا نام بگاڑا، آپ کو پتھر مارے، آپ کے سر مبارک پر راکھ پھینکی آپ کے جسم مبارک پر بحالت سجدہ اونٹ کی آلائش رکھی۔ ان توہین کرنے والوں کے لئے قرآن کریم میں کوئی سزا بیان نہیں ہوئی اور صرف ان سے درگزر کرنے، اعراض کرنے، معاف کرنے اور صبر کرنے کی تعلیم دی گئی۔

منافق حالت کفر اور ایمان کے بین بین ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وقت ان منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی تھا جس نے آنحضرت ﷺ کی توہین میں ایک بہت بری بات کہی جسے قرآن کریم نے بھی دہرایا۔ لیکن ان منافقین کے لئے بھی کسی سزا کا حکم نہیں دیا۔ اور آنحضور ﷺ کو یہی ارشاد ہوا کہ ان (کافروں اور منافقین) کی ایذا دہی کو نظر انداز کر دے اور اللہ پر توکل کر (احزاب49:33)

تیسرا گروہ مومنین کا ہے ان میں ہر طرح کے لوگ ہیں وہ بھی جن کے بارے میں قرآن نے گواہی دی کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں (توبہ100:9) اور وہ بھی جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ تو کہو کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا (حجرات15:49) یہ گروہ بعض اوقات احکام الٰہی پر عمل میں سستی کرتا اور اس طرح نافرمانی کر کے گستاخی کا مرتکب ہوتا۔ ان پر بعض دفعہ آنحضورؐ ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے جیسے ایک بار نماز فجر میں نہ آنے والوں پر آگ کی سزا کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن عملاً انہیں بھی معاف کئے رکھا۔

قرآن کریم نے ان تینوں ممکنہ گروہوں میں سے کسی کے لئے توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا کا حکم نہیں دیا اوران سب مجرمین کے لئے ایک ہی سزا مقرر فرمائی ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (احزاب58:33)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو اللہ اوراس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اوراس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا مضمون سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم میں توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا مذکور نہیں۔ پھر بھی بعض حلقوں میں اس کے برخلاف اظہار رائے ہوتا ہے اور توہین رسالت کے لئے سزائے موت کے حق میں قرآن کریم کی درج ذیل آیت پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب نے اپنی ویب سائٹ پر یہی آیت درج کی ہے

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ (مائدہ5:34-30)

ترجمہ: یقیناً ان لوگوں کی جزا جو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا دار پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں میں کاٹ دئے جائیں یا انہیں دیس نکالا دے دیا جائے۔

لیکن اس آیت کا سادہ مطالعہ بھی اس حقیقت کو روشن کر دیتا ہے کہ اس کا توہین رسالت اوراس کی سزا سے کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ یہ سزائیں واضح طور پر اسلام کے خلاف جنگ کرنے والوں کے بارے میں ہیں۔

اس موضوع پر روزنامہ جنگ کراچی میں 28 نومبر 2010 میں شائع ہونے والے ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ کے مضمون میں 'قانون توہین رسالت قرآن کی روشنی میں' کے ذیلی عنوان کے تحت جو آیات درج ہیں ان میں یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مذاق اڑانے، اذیت دینے، مخالفت کرنے والوں کے لئے اللہ کافی، بچانے والا، حمایت کرنے والا اور سخت گیر ہے اور وہ ان لوگوں کو رسوائی اور دردناک عذاب دے گا۔ ان آیات میں کہیں بھی یہ بیان نہیں کہ ان جرائم پر افراد یا حکومتیں دنیا میں سزائے موت یا کوئی اور سزا دیں۔

توہین کرنے والوں کے بارے میں اسوہ رسول ﷺ

سیرت النبیؐ کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری بخوبی یہ جانتا ہے کہ آنحضرتؐ مجسم رحمت تھے اور رحمت اللعالمین کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ آپ کا باب رحمت ہر خاص وعام کے لئے تھا۔ اور جس کا بھی آپ سے کوئی تعلق ہوا وہ اس رحمت سے بہرہ ور ہوا۔ اس میں دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہ تھی۔ آپ کو دکھ دینے، ستانے اور ایذا دینے والے بھی اس رحمت کے طفیل نہ صرف کسی سزا کے مستوجب نہ ہوئے بلکہ بسا اوقات انعام واکرام سے بھی نوازے گئے۔

سیرت کی کتب ایسے واقعات سے پر ہیں۔ یہ گستاخی کرنے والے ہر طرح کے لوگ تھے۔ آپ پر راکھ پھینکنے والے، راستے میں کانٹے بکھیرنے والے، پتھر مارنے والے، گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچنے والے، زہر دینے والے، برا بھلا کہنے والے، برملا تکذیب کرنے والے، تمسخر اور ٹھٹھا کرنے والے، گھر سے بے گھر کرنے والے اور بار ہا قتل کی کوشش کرنے والے، یہ گستاخ مشرک، کفار اور یہودی تھے اور مسلمان منافقین بھی۔ گستاخی کے ان واقعات میں ایک کا قرآن کریم میں یوں ذکر ہے:

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ (المنافقون9:63)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹیں گے تو ضرور وہ جو سب سے زیادہ معزز ہے اسے جو سب سے زیادہ ذلیل ہے اس میں سے نکال باہر کرے گا۔

یہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ معزز کہنے والا عبداللہ بن ابی تھا اور وہ جن کو ان الفاظ میں مدینہ سے نکال باہر کرنے کی بات کر رہا تھا وہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ گستاخی اور توہین کے اس بدترین اظہار کے بعد بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نہ صرف اس شخص کو کوئی سزا نہ دی بلکہ اس پر رحمت کی نظر رکھی اور جب یہ شخص فوت ہوا تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کی برخلاف گزارش کے باوجود اس کا جنازہ پڑھایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ اپنی توہین کرنے والوں سے آنحضرت ﷺ کا یہ سلوک جہاں آپ کی رحمت کا آئینہ دار تھا وہیں ان قرآنی ہدایات پر بہترین عمل تھا جن میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عفو و درگزر کا حکم دیا تھا۔ اور تیسری طرف یہ امت مسلمہ کے لئے اس قسم کے گستاخوں سے نپٹنے کے لئے عظیم الشان اسوہ حسنہ تھا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے نازل ہونے والے احکامات مومنین کے لئے بھی تھے۔ اوران احکامات پر عمل کے لئے جس برداشت اور حوصلہ کی ضرورت تھی وہ اس عظیم اسوہ کو دیکھ کر ہی ممکن تھا۔

آنحضرتﷺ نے توہین کرنے والوں کو کوئی سزا نہیں دی

اس اسوہ کو دیکھ کر بھی بعض ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں کہ گویا آنحضرتؐ نے بعض افراد کو اس لئے قتل کروا دیا کہ انہوں نے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی یا بعض صحابہ نے ازخود یا آپ کی اجازت سے بعض ایسے گستاخوں کو قتل کیا اور آپؐ اس پر راضی رہے۔

ان واقعات کی روایات اور درایت کے مسلمہ اصولوں کے تحت کیا حقیقت ہے؟ یہ ایک علمی بحث ہے جس میں پڑے بغیر یہ سوال نمایاں طور پر در پیش ہیں کہ:

1- کیا آنحضرتﷺ کوئی ایسا طرز عمل اختیار کر سکتے تھے جو کہ ان احکامات الٰہی کے برخلاف ہو جو تواتر سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان حالات میں اعراض، درگزر، عفو اور صبر کرنے کے لئے دیئے؟

2- کیا آنحضرتﷺ کی حیات طیبہ میں ایسا متضاد رویہ ممکن ہے کہ اپنی پوری حیات طیبہ میں آپ بیشتر گستاخوں کے ساتھ رحم دل، شفیق اور معاف کرنے والے وجود رہیں لیکن ایسے چند افراد سے آپ اس کے برخلاف سلوک فرمائیں؟

حقیقت یہ ہے کہ ان چند واقعات میں آنحضرتﷺ کے سخت رویہ کا سبب توہین رسالت نہیں بلکہ بعض دیگر ایسے جرائم تھے جو نظم حکومت یا مسلمانوں کے مجموعی وقار کو نقصان پہنچانے کے سبب قابل تعزیر تھے مثلاً وہ واقعہ جس کے مطابق آنحضورﷺ نے ایک دشمن اسلام کعب بن اشرف کے قتل کے لئے صحابہ سے فرمایا کہ کون اس کی حامی بھرتا ہے اور ایک صحابی حضرت محمد بن مسلمہؓ کے اپنے آپ کو پیش کرنے پر آپ نے اس کی اجازت دے دی۔ اس قتل کی اصل وجہ سیرت ابن ہشام میں یوں درج ہے:

'کعب بن اشرف مکہ آیا.....اور یہ رسولﷺ کے خلاف لوگوں کو ابھارنے لگا اور اشعار سنانے لگا اور ان قریش پر جو بدر میں قتل ہوئے تھے مرثیے کہنے لگا......اس کے بعد کعب بن اشرف مدینہ واپس ہوا اور مسلمان عورتوں کے متعلق عاشقانہ شعر کہے اور ان (کے دل) کو تکلیف پہنچائی۔'

(سیرت ابن ہشام ترجمہ مولانا امجد میلسوی جلد دوم صفحہ ۲۸۰ اور ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اسی طرح یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضورﷺ نے عام معافی کے اعلان کے ساتھ بعض گستاخانِ رسولؐ کے بارے میں یہ حکم بھی دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے خواہ یہ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں۔ مختلف کتب میں ان افراد کی تعداد ایک سے ۱۵ تک ذکر ہوئی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

'محدثانہ تنقید کی رو سے یہ بیان صحیح نہیں۔ اس جرم کا مجرم تو سارا مکہ تھا قریش میں سے (بجز دو چار کے) کون تھا جس نے آنحضرتﷺ کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں دیں بایں ہمہ ان ہی لوگوں کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ انتم الطلقاء جن لوگوں کا قتل بیان کیا جاتا ہے وہ نسبتاً کم درجہ کے مجرم تھے۔'

'اگر درایت پر قناعت نہ کی جائے تو روایت کے لحاظ سے بھی یہ واقعہ ناقابل اعتبار رہ جاتا ہے صحیح بخاری میں صرف ابن خطل کا قتل مذکور ہے اور یہ عموماً مسلم ہے کہ وہ قصاص میں قتل کیا گیا۔ مقیس کا قتل بھی شرعی قصاص تھا باقی جن لوگوں کی نسبت حکم قتل کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی زمانہ میں آنحضرتﷺ کو ستایا کرتے تھے وہ روایتیں صرف ابن اسحاق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں یعنی اصول حدیث کی رو سے وہ روایت منقطع ہے جو قابل اعتبار نہیں۔'

'سب سے معتبر روایت جو اس بارہ میں پیش کی جاسکتی ہے وہ ابوداؤد کی روایت ہے جن میں مذکور ہے کہ آنحضرتﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار شخصوں کو کہیں امن نہیں دیا جاسکتا ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند جیسی چاہیے مجھ کو نہیں ملی۔'

علامہ سید سلیمان ندوی نے اس روایت پر اپنے توضیحی حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

'ابن خطل اور ابن حبابہ دونوں خونی مجرم تھے ابن خطل جو اسلام لا چکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا۔'

(سیرت النبیﷺ حصہ اول و دوم از علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی صفحہ 301 اور 302 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

ان چند اور روایات کو جن میں گستاخی رسول کے نتیجہ میں ہلاکتوں کا مضمون ملتا ہے اسی طرح پرکھا جاسکتا ہے۔ اس سارے معاملہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول بھی بہترین رہنمائی ہے۔

(جاری ہے)

گھروں میں خوش الحانی سے تلاوت کرنے کے فوائد

میر غلام احمد نسیم شاہد ایم ۔اے مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ (ر)

صبح کی نماز کی ادائیگی کے بعد یا جب بھی موقع میسر آئے گھر میں مناسب حد تک بلند آواز اور جہاں تک ممکن ہو تجوید کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کے بے انتہا روحانی فوائد اور حصولِ ثواب دارین کے علاوہ ایک نہایت اہم اور دُور رس فائدہ یہ ہے کہ سننے والے چھوٹے بڑے متاثر ہوتے ہیں۔ اور گھر میں موجود بچے اور کم عمر افراد کے دلوں میں قدرتی طور پر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود بھی خوش الحانی سے تلاوت کریں۔ اگر ان میں سے کسی کو کسی خاص سورۃ مبارکہ کے کسی رکوع یا چند آیات کی تلاوتِ ترتیل متاثر کرے تو وہ ان کو خود حفظ کرنے کا بھی پختہ ارادہ کر لیتا ہے۔ اسی طرح گھر میں با جماعت نمازوں کی ادائیگی کی طرف راغب کرنے کے ساتھ ساتھ نماز کی جن رکعات میں بلند آواز سے تلاوت ہوتی ہے، اس سے بھی یہ اثر لیتے ہیں کہ وہ خود بھی ان آیات کی تلاوت کریں لہٰذا وہ ان مسموعہ آیات کو زبانی یاد کرنے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں مَیں اپنے ساتھ بیتے چند مشاہدات وواردات عرض کرتا ہوں۔

بچپن میں اپنے والد میاں صلاح الدین صاحب کو ''سورۃ الحشر'' کی آیات 19-25 جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کیلئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں خود اپنے آپ سے غافل کر دیا۔ یہی بدکردار لوگ ہیں۔ آگ والے اور جنت والے کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔ جنتی ہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اگر ہم نے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو تُو ضرور دیکھتا کہ وہ اللہ کے خوف سے عجز اختیار کرتے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اور یہ تمثیلات ہیں جو ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تا کہ تفکر کریں۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ غیب کا جاننے والا ہے اور حاضر کا بھی۔ وہی ہے جو بِن مانگے دینے والا، بے انتہا رحم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ وہی اللہ ہے جو پیدا کرنے والا اور مصوّر ہے۔ تمام خوبصورت نام اُسی کے ہیں۔ اُسی کی تسبیح کر رہا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔''

(سورۃ الحشر :19-25)

کی تلاوت پُر سوز آواز میں کرتے ہوئے سنا کرتا تھا اور اسی وقت دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی ان آیات کی تلاوت کروں۔ چنانچہ ان آیات کو حفظ کرنے کی کوشش کی۔ نیز سورۃ المنافقون آیات 10 تا 12 کی تلاوت بھی ان سے سننے پر یاد کی۔

گزشتہ صدی کی چوتھی دہائی کے ابتدائی سالوں کی بات ہے کہ مولوی محمد سعد معلّم اصلاح و ارشاد ہمارے گاؤں دھوڑیاں، پونچھ، جموں وکشمیر، اپنے فرائضِ منصبی کے سلسلہ میں تشریف لائے اور نماز کی امامت کراتے ہوئے سورۃ بنی اسرائیل کی آیات 79-85 کی نہایت ہی خوش الحانی سے تلاوت کی۔ ان کی اس تلاوت کا مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ باوجود کم عمری کے ان آیات کا حوالہ حاصل کر کے سارا رکوع حفظ کر لیا اور جب بھی نماز با جماعت پڑھانے کا موقعہ میسر آیا اس رکوع کی تلاوت کی۔ ایک طویل عرصہ بعد معلّم محمد سعد مرحوم کے بیٹے ملک منور صاحب سے واشنگٹن، امریکہ میں بر موقعہ جلسہ سالانہ ملاقات ہونے پر جب انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو بے ساختہ میری زبان پر ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ۔۔۔'' کے الفاظ جاری ہو گئے۔

طالبعلمی کے ابتدائی دور کی بات ہے کہ جماعت احمدیہ چارکوٹ ''راجوری'' کے سیکرٹری مال نے نماز جمعہ کے بعد حاضرین کو مالی قربانی کرنے کی طرف توجہ

دلانے سے قبل ''سورۃ الصف'' کی آیات 13,12,11 کی تلاوت کی۔ ان آیات اور ان کا ترجمہ سننے سے اس حد تک متاثر ہوا کہ عمر بھر مالی قربانی کی حسبِ توفیق رغبت رہی۔ ان آیات کو حفظ بھی کیا اور موقعہ پیش آنے پر تلقین کیلئے تلاوت بھی کرتا رہا۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع نہ کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دلا دے گی؟ تم (جو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اسی طرح ایک طالبعلم جو ہمارے ساتھ آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا بعض اوقات چلتے پھرتے ''سورۃ الدھر'' کی آیات 4,3,2 کی تلاوت پُرسوز آواز میں اور کسی حد تک تجوید کے ساتھ کرتا کہ مجھے ان آیات کو زبانی یاد کرنے کی طرف رغبت ہوئی اور میں نے ان آیات کو یاد کیا۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا لمحہ بھی آیا تھا کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا؟ یقیناً ہم نے انسان کو ایک مرکّب نطفہ سے پیدا کیا جسے ہم طرح طرح کی شکلوں میں ڈھالتے ہیں۔ پھر اسے ہم نے سننے (اور) دیکھنے والا بنایا۔ یقیناً ہم نے اسے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دی۔ خواہ (وہ) شکر گزار بنتے ہوئے (چلے) خواہ ناشکرا ہوتے ہوئے۔''

ان معروضات کا اظہار کرنے کا صرف اور صرف یہ مقصد ہے کہ کلام اللہ کی مناسب حد تک بلند آواز اور ممکن حد تک تجوید سے تلاوت کرنے کی گھروں میں باقاعدگی سے احباب جماعت اور قارئین کرام کو کوشش کرنی چاہیئے تا کہ گھروں میں پرورش پانے والے بچے اس سے متاثر ہو کر اس طرف راغب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

☆......☆☆......☆☆......☆......☆......☆

غزل

مظفر منصور

اک نگر جب قاضیاں سے قادیاں ہونے لگا
تب ظہورِ مہدیٔ آخر زماں ہونے لگا

پھر زمیں پر رحمتوں کی بارشیں ہونے لگیں
آسماں پھر سے زمیں پر مہرباں ہونے لگا

مرکزِ توحیدِ باری چن لیا تقدیر نے
بے امانوں کے لیے دارالاماں ہونے لگا

پا گیا تکمیل واں ہر دائرہ ہر دین کا
وقت جیسے رفتگاں سے ہمرہاں ہونے لگا

جو نگر برپا ہوا تھا حضرتِ موعودؑ سے
کیوں نہ ہوتا آسمانوں کا نشاں ہونے لگا

وہ جو تھا اک شخص میرِ کاروانِ اہلِ دل
ہو کے پنہاں وہ خدا میں کیا عیاں ہونے لگا

پھر خدا کا دین اس نگری میں برپا ہو گیا
پھر خدا کے فیض کا چشمہ رواں ہونے لگا

تبرّکات حضرت مصلح موعودؓ

بشریٰ بشیر

سورۃ ''الفیل'' کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے خانہ کعبہ کی تعمیر، اُسکی اہمیت اور مقاصد کے بارے میں جو تفصیلی تمہید تفسیرِ کبیر میں تحریر فرمائی ہے اُس کا خلاصہ پیش کیا جا چکا ہے۔ اب تاریخی لحاظ سے جو آپ نے تحریر فرمایا ہے قارئین کے استفادہ کیلئے پیش ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O کے ترجمہ کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ بسم اللہ کی آیت تمام سورتوں کی ابتداء میں مشترک ہے جو ہر سورۃ سے پہلے آتی ہے۔ میری تحقیق کے مطابق بسم اللہ مضامین کھولنے کی کُنجی ہے اور اس میں ایسے گُر بتائے گئے ہیں جن سے اس سورۃ کے مضامین خود بخود کھل جاتے ہیں۔ بڑی چیز جو بسم اللہ کے ذریعہ ظاہر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر سورۃ میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوتی ہے جو غیر معمولی ہوتی ہے مثلاً عقیدہ کے لحاظ سے یعنی دُنیا کے عقائد کچھ اور ہوتے ہیں اور قرآن کریم کوئی اور عقیدہ پیش کرتا ہے۔ یا آئندہ واقعات کے لحاظ سے یعنی اس میں ایسی پیشگوئی ہوتی ہے جو حیرت انگیز یا غیر معمولی ہوتی ہے۔

اس لحاظ سے کہ دنیوی قانونِ قدرت جو لوگوں نے سمجھ رکھا ہوتا ہے اسکے خلاف ہوتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے یہ بات سائنس کے خلاف کہہ دی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ہر سورۃ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O کو رکھا ہے۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں جو بغیر محنت اور کوشش کے اور بغیر استحقاق کے سامان مہیا کرتا ہے۔ پھر وہ ایسا خدا ہے کہ جب کوئی شخص اُس کے پیدا کردہ سامانوں سے کام لیتا ہے تو وہ اُس کوشش کا بہتر سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔ جیسے دُنیا میں بعض دفعہ بڑے آدمیوں کو بطور گواہ پیش کیا جاتا ہے۔ اُسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بطور گواہ پیش کیا ہے اور ہر سورۃ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ رکھ دی ہے یہ بتانے کیلئے کہ تم کہو گے یہ تو غیر معمولی باتیں ہیں ہم کیسے مان لیں کہ اسطرح ہو کر رہے گا۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ان خبروں کا بتانے والا کوئی انسان نہیں بلکہ ہم ہیں جو زمین و آسمان کے مالک ہیں۔ اگر تم کو اس میں کوئی غیر معمولی یا ناممکن بات نظر آئے یا آئندہ کے متعلق کوئی ایسی پیشگوئی جس کا پورا ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہو تو تم اس کو غلط مت سمجھو۔ اسلئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ کتنا بڑا دعویٰ ہے جو قرآن کریم نے دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O میں اسلامی عقیدہ کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی اس دُنیا میں ہے وہ'' خدا کا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے خدا کرتا ہے۔ کوئی چیز خدا کے اختیار سے باہر نہیں اور کسی بات میں خدائے تعالیٰ دوسرے کی امداد کا محتاج نہیں۔ ہر چیز جو ماسویٰ اللہ ہے وہ خدائے تعالیٰ کی محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی تفسیر کی جائے تو اس پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ O ترجمہ: اے محمدؐ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے ربّ نے ہاتھی استعمال کرنے والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ یہاں دیکھنے سے دل کی آنکھوں سے دیکھنا اور بصیرت کی راہ سے دیکھنا مراد ہے۔ ظاہری آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس واقعہ کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے وہ رسول کریمؐ کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ صحیح روایت جس کے قرائن بعض دوسری تاریخوں سے بھی ملتے ہیں یہ ہے کہ درحقیقت یہ اُسی سال کا واقعہ ہے جس سال رسولِ کریمؐ پیدا ہوئے تھے۔ تاریخیں اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ یہ واقعہ محرّم میں ہوا تھا اور رسول کریمؐ کی پیدائش اسی سال ربیع الاول میں ہوئی۔

اس آیت میں اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کے الفاظ ہیں یعنی تیرے ربّ نے کس طرح کیا۔ یہ نہیں فرمایا اَلَمْ تَرَ مَا فَعَلَ رَبُّكَ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے ربّ نے کیا کیا۔ کس طرح کیا اور کیا کیا میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہاں یہ بتانا مقصود نہیں کہ اصحاب الفیل سے کیا ہوا بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اصحاب الفیل سے جو کچھ ہوا کس طرح ہوا۔ ایسے غیر معمولی حالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کر دیئے گئے جن حالات کو انسانی عقل سمجھ ہی نہیں سکتی۔ خدائے تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اُن میں بڑی موت واقع ہوئی۔ بڑی موت تو بعض دفعہ بحری جہاز کے ڈوبنے سے بھی ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ تو جس امر پر زور دینا چاہتا ہے یہ کہ تم میرا ہاتھ دیکھو اور اس امر پر غور کرو کہ جو کچھ کیا تھا میں نے کیا تھا کسی انسانی ہاتھ کا اس میں دخل نہ تھا۔ اسی طرح خانہ کعبہ کی حفاظت اصل مقصود نہیں تھی بلکہ اصل مقصود رسول کریمؐ کی حفاظت تھی چنانچہ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ تو نے دیکھا تیرے ربّ نے کس طرح معاملہ کیا۔ اس میں ''رَبُّكَ'' کا لفظ صاف طور پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ اس واقعہ سے آگاہ کرنا اتنا مطلوب نہ تھا جتنا تیری ذات کو بتانا مقصود تھا۔ اگر خانہ کعبہ کو بچانا اس واقعہ کا اصل مطلوب ہوتا تو یوں فرماتا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

فَعَلَ رَبُّ الْكَعْبَةِ۔ تُو نے دیکھا کہ کعبہ کے ربّ نے کس کس طرح کا معاملہ کیا۔

مکہ کے لوگ اس معجزہ کے تو قائل تھے مگر وہ اس امر کے قائل نہ تھے کہ یہ معجزہ خانہ کعبہ کے سوا کسی اور کیلئے ظاہر ہوا ہے وہ اتنا تو سمجھتے تھے کہ یہ دعائے ابراہیمی کے پورا ہونے کا ایک ثبوت ہے مگر یہ کہ ''احترامِ محمدیؐ میں'' ایسا ہوا ہے اس کو وہ نہیں مانتے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ کے ساتھ اس واقعہ کا کیا تعلق ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپؐ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا کرنے والے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو دعا تعمیرِ کعبہ کے وقت مانگی تھی کہ اے ہمارے رَبّ تو اس نسل میں سے جسے مَیں مکّہ میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک نبی بھیجیو جو انہی میں سے ہو۔ یہیں کا باشندہ ہو اور انہی لوگوں کے ساتھ اسکے تعلقات ہوں اور وہ ان کو یعنی اہلِ مکّہ کو تیری آیات پڑھ پڑھ کر سنائے اور انکو تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انکو پاک کرے۔ اس دعا سے ظاہر ہے کہ یہ رسول مکہ ہی میں آنا تھا مکہ کے لوگوں کی اصلاح کر کے انکو بڑی قوم بنانا تھا۔ بیشک آپؐ نے باقی دُنیا کی بھی اصلاح کرنی تھی مگر بہر حال اُن کا مقام مکّہ کے بعد تھا۔ تزکیہ کے ایک معنی بڑا بنانے اور ترقی دینے کے بھی ہیں اس لحاظ سے رسولِ کریمؐ نے مکّہ کے لوگوں کو ایک بڑی قوم بنانا تھا۔ اگر خانہ کعبہ تباہ ہو جاتا تو مکّہ کے لوگ لازماً متفرق ہو جاتے اور تلاش معاش کیلئے ادھر اُدھر پھیل جاتے۔ مکّہ کے لوگ خانہ کعبہ کی وجہ سے ہی وہاں بیٹھے ہوئے تھے جس طرح مجاور قبروں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی قبر کسی بادشاہ کے حکم سے مٹا دی جائے تو یہ لازمی بات ہے کہ وہ مجاور جو اُس کی حفاظت کیلئے وہاں بیٹھے ہوئے ہوں گے اور جنکی آمد قبر کے چڑھاوے پر منحصر ہوتی ہے وہ بھی ادھر اُدھر چلے جائیں گے۔ اگر خانہ کعبہ تباہ ہو جاتا تو مکّہ کے لوگوں کیلئے بھی گزارہ کی کوئی صورت نہ رہتی اور نہ ہی اہلِ مکّہ کا احترام لوگوں کے دلوں میں رہتا اور لوگ کہتے کہ اگر یہ مقدس مقام ہوتا تو تباہ کیوں ہوتا؟ علاوہ ازیں آنے والے موعود کی مکّہ میں آنے کی پیشگوئی تھی تو یہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوتی جب تک مکّہ کو آباد نہ رکھا جاتا۔ پس آنے والے موعود کے ظہور اور اُس کے کام کی تکمیل کیلئے ضروری تھا کہ خانہ کعبہ کو قائم رکھا جاتا۔ اسی کی طرف ''رَبُّکَ'' میں اشارہ ہے پس رَبُّکَ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ خانہ کعبہ سے بھی زیادہ اصحاب الفیل کی تباہی کا موجب درحقیقت تیرا احترام تھا ایک اور بات جو یاد رکھنے والی ہے یہ ہے کہ ابرہہ نے بیشک خانہء کعبہ کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر اس کے لشکر نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ چلو اور وہ چل پڑے مگر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے اَصْحَابُ الْفِيْل کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا۔ آخر یہ زیادتی بلاوجہ تو نہ تھی۔ وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ابرہہ کے ساتھ کیا کیا۔ اسکے صاف معنی ہیں کہ یہاں کوئی نیا نکتہ بیان کیا گیا ہے اور وہ اسی امر کا اظہار ہے کہ ہم نے صرف ابرہہ کو ہی تباہ نہیں کیا بلکہ ابرہہ کی قوم کو بھی تباہ کر دیا۔ اصحاب الفیل صرف وہ نہیں تھے جو ابرہہ کے ساتھ تھے بلکہ فیـــل والی قوم یمن کی حاکم قوم تھی جس کی تباہی کا اس آیت میں ذکر آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فیـل والی قوم پر ایسی ضرب لگائی کہ نہ صرف لشکر تباہ ہوا جو حملہ آور ہوا تھا بلکہ اُسکے پیچھے جو ملکی قوت تھی اُسکو بھی توڑ دیا۔ اصحاب الفیل صرف ابرہہ اور اُس کا لشکر ہی نہیں تھا بلکہ اصحاب الفیل وہ قوم تھی جو یمن پر حکومت کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ساری قوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ابرہہ کو ہی نہیں مارا بلکہ اُسے اور اُسکے ساتھیوں کو ایسی زَک پہنچائی کہ جس کے ساتھ یمن کی نجاشی حکومت بھی بالکل فنا ہو گئی اور اس تباہی کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ عیسائیوں کے قویٰ بالکل ڈھیلے ہو گئے۔ اس تباہی میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت کام کر رہی تھی وہ یہ ہے کہ ایک بھاری حکومت کے کسی لشکر کا تباہ ہو جانا خطرہ کو کم نہیں کرتا بلکہ اَور بھی بڑھا دیتا ہے۔ اگر صرف ابرہہ مارا جاتا تو صرف اتنا اثر ہوتا کہ اسکے لشکر کو نقصان پہنچ جاتا اور لشکر بھاگ جاتا۔ لشکر کے پیچھے یمن کی حکومت موجود تھی۔ حبشہ کی حکومت موجود تھی جس کا وہ گورنر تھا اور یہ حکومتیں اپنی ساری طاقتیں عرب کی تباہی میں لگا سکتی تھیں۔ اگر ایسا ہوتا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سخت خطرہ میں پڑ جاتی کیونکہ اگلے سال پھر عیسائی حکومت کا کوئی اور لشکر مکہ پر حملہ آور ہو جاتا۔ اُس سے اگلے سال پھر کوئی اور حملہ کر دیتا کیونکہ یمن میں اُنکا اڈّہ تو قائم ہی تھا وہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بڑی آسانی کے ساتھ اپنے لشکر بھیج کر عربوں کو تباہ کر سکتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو رسولؐ کا مکّہ میں پلنا مکّہ میں چلنا پھرنا، وہاں پر جوان ہونا اور پھر مکّہ والوں کا آپ کے بلند کیریکٹر کو دیکھنا اور دعائے ابراہیمی کو اُس رنگ میں دیکھنا کہ اہلِ مکّہ میں سے ہی ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے قطعی طور پر ناممکن ہو جاتا۔ اسطرح اسلام کی بنیاد ہی خطرے میں پڑ جاتی۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ابرہہ اور اسکے لشکر کو ہی نہیں بلکہ اُس قوت کو ہی کچل دیا جو اسکے پیچھے کام کر رہی تھی اور اُنکو ایسی مار پڑی اور عربوں میں اتنی دلیری پیدا ہو گئی کہ اُنہوں نے بغاوتیں شروع کر دیں نتیجہ یہ ہوا کہ ایران نے یمن پر قبضہ کر لیا اور نجاشی کی حکومت جاتی رہی۔ حبشہ میں بے شک نجاشی کی حکومت قائم رہی مگر یمن میں جو اسکا اڈّہ تھا وہ قائم نہ رہا۔ چونکہ یمن سے ہی حملہ کر سکتا تھا اور اب ایران اس پر قابض ہو چکا تھا۔

ہاتھی عرب میں نہیں پایا جاتا بلکہ حبشہ سے آتا تھا۔ پس اصحاب الفیل سے مراد حبشہ کی حکومت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس حکومت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِO کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے اصحاب الفیل سے کیا کیا۔ اور کس طرح ہم نے حبشہ کی حکومت ہی کو عرب سے مِٹا دیا۔ گویا ہم نے صرف ابرہہ اور اسکے لشکر کو ہی شکست نہیں دی بلکہ عرب سے حبشہ کی حکومت ہی کو ختم کر دیا تا کہ اُسکی طرف سے بار بار حملہ کا خطرہ نہ رہے۔ اس پس منظر کی روشنی اور تاریخی نقطہ نگاہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے سورۃ ''الفیل'' کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیرِ کبیر جلد دہم کے صفحہ 24 پر اسکی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ جو قارئین کی خدمت میں آئندہ پیش کی جا رہی ہیں، انشاء اللہ۔

جلسہ سالانہ کی یاد میں

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

پھر دسمبر آگیا اور پھر ہوا بے چین دل
ڈھونڈتا ہے پھر خیالوں میں وہی دن رین دل

آ گئے ہیں آج مجھکو یاد پھر جلسہ کے دن
دل ہوا ہے مائلِ فریاد پھر جلسہ کے دن

آج پھر چشمِ تصور وا ہے میں دیکھوں ذرا
پھر زیارت آج ان لمحوں کی میں کر لوں ذرا

چند لمحے دو کہ میں ماضی میں اپنے جھانک لوں
ترش ہے منہ کا مزہ مصری کی ڈلیاں پھانک لوں

پھر نظر کے سامنے ہے میرے جلسہ کا ہجوم
دن کے وہ خورشید اور راتوں کے وہ ماہ و نجوم

ایسے کچھ مہمان کم لوگوں کو ہوتے ہیں نصیب
میزباں کے دل سے بھی بڑھ کر جو ہوتے ہیں قریب

دل تو دکھتا ہے ، دکھے دل سے جو نکلا کہہ لیا
کچھ یونہی منظور تھا تجھ کو تو سب کچھ سہہ لیا

معرفت حکمت کی اور دانش کی باتیں کیا ہوئیں؟
دن دعاؤں کے، مناجاتوں کی راتیں کیا ہوئیں؟

کیا ہوئیں وہ رونقیں وہ بزمِ یاراں کیا ہوئی؟
کیا ہوئیں رم جھم گھٹائیں، ابر و باراں کیا ہوئی؟

قطرہ قطرہ پھر لہو بن کر ٹپکتا ہے یہ دل
پھر اسی جلسہ کی رونق کو ترستا ہے یہ دل

ہم خدا کے قرب سے اور پیار سے مدہوش ہیں
ہم خدا کے پیار کی خاطر ہی بس خاموش ہیں

آج ہم خاموش ہیں تو خامشی بھی ہے صدا
پھر فلک تک گونج جانے کو ہے یہ اپنی ندا

آؤ ہم یہ تین دن کاٹیں خدا کی یاد میں
سب سنا ڈالیں چھپا ہے جو دلِ ناشاد میں

دوڑ کر پھر پاس آ اور ہم کو سینے سے لگا
اے خدا پیارے خدا، پیارے خدا، پیارے خدا!

مکرم ومحترم منیر احمد شیخ صاحب شہید

امیر جماعت احمدیہ لاہور کا مختصر ذکر خیر

محترمہ آصفہ اسلم صاحبہ، کینیڈا

مکرم منیر احمد شیخ شہید کی یاد میں لکھنا چاہتی ہوں پتہ نہیں لکھ پاؤں گی کہ نہیں۔ ہمیں اپنے ابو اور امی کی وفات کے بعد ہمارے بہنوئی مکرم ومحترم منیر احمد شیخ صاحب شہید نے اس طرح پیار اور عزت دی کہ ہمیں اس پرانے گھر کی یاد ہی بھلا دی یہ عجب کمال ہے کہ انہوں نے ہمیں اس طرح اپنے دامن عاطفت میں لیا کہ ہم بھول گئے کہ ہمارا اس سے پہلے بھی کوئی اور گھر تھا۔ آپ کی زیر نگرانی گرمیوں کی چھٹیوں میں کبھی مری اور کبھی نتھیا گلی اور دیگر مقامات کی سیر کا پروگرام بنایا جاتا۔ آپ نے زندگی کو زندہ دلی کے ساتھ خوشگوار رکھا اور ہم اس طرح آپ کے پیار ومحبت کے وسیع حلقہ میں کئی خاندان تھے جو ایک ہو گئے۔ ان کا عجیب ظرف، خلق اور مہمان نوازی تھی۔ جو آتا وہ پھر آتا ہی رہتا وہ ہر مہمان کا اس طرح خوشدلی سے استقبال کرتے تھے یوں لگتا کہ صرف وہی مہمان ان کا قریبی عزیز ہے۔ صلہ رحمی کے صحیح معنے ان دونوں میاں بیوی نے ہمیں سکھائے۔ وسعت حوصلہ کی میں کس طرح داد دوں۔ کس خوبی کو بیان کروں اور کس کو چھوڑوں۔ انہوں نے تو ہر اچھی صفت کو اپنایا، مہمان نوازی، صلہ رحمی، بنی نوع انسان کی ہمدردی، غربا پروری، نڈر بہادر، معاملہ فہم، بے حد زیرک، جلد ہی معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کر دینا اور پھر اس پر قائم رہنا اور انجام کار وہی فیصلہ صحیح ثابت ہوتا تھا۔

وہ انتھک انسان تھے۔ عدالت سے آتے ابھی پسینہ بھی خشک نہیں ہوتا تھا کہ ملازم نے بتایا کہ کوئی صاحب ملنے آئے ہیں۔ پھر گئے اور شام کو لوٹے۔ پوچھا کہ اتنی دیر لگا دی تو کہا کہ غریب آدمی تھا کورٹ کا وقت کم تھا میں نے اسے لے جا کر کام کروا دیا اور پھر اس کو اس کے گھر چھوڑنے چلا گیا۔ اس طرح کے کئی واقعات ہیں یہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا اور وہ اس کے عادی ہو چکے تھے۔ انہوں نے ہر حال میں ہر کسی کا کام کرنا ہوتا تھا، چاہے وہ غریب ہو یا امیر ہو یا رشتہ دار سب ان کے لئے برابر تھے۔

ڈاکٹر کو دکھانا ہے، زرگر کے پاس یا کسی اور جگہ جانا ہو تو منیر صاحب لے جایا کرتے تھے۔ میں کن کن چیزوں کو گنواؤں، کسی نے زمین خریدنی ہو یا فروخت کرنی ہو، بنک کا کام ہو، رشتہ ناطہ کا کام ہو کوئی بھی ان سے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ میرے تینوں بیٹوں کی شادیوں کے سارے انتظامات احسن طور پر انہوں نے ہی کئے ہم وہاں مہمانوں کی طرح رہے اور وہ ہم سب کی میزبانی کرتے رہے۔

جب ہماری امی جان بیمار ہوئیں تو منیر احمد شیخ صاحب کی پوسٹنگ سیالکوٹ سے لاہور ہو چکی تھی۔ وہ مکان کے اوپر کے حصے میں رہائش پذیر ہوئے انہوں نے ان کی تیمارداری کا پورا حق ادا کیا اور بیٹیوں سے بڑھ کر اپنی خوش دامن کی خدمت کی کبھی ایک ڈاکٹر آرہا ہے تو کبھی دوسرا، یہاں تک کہ امی جان تنگ آگئیں۔

1974ء میں میری خوش دامن صاحبہ کی وفات ایبٹ آباد میں ہوئی میرے میاں کے بڑے بھائی (میجر) محمد صفدر صاحب پی ایم اے کاکول میں متعین تھے ان کے داماد کیپٹن نذیر احمد صاحب نے بڑی مشکل سے جنازہ کاکول سے ربوہ لے جانے کا انتظام کیا گو اس سے قبل کمانڈنٹ پی ایم اے کاکول نے کہا تھا کہ اگر جنازہ ربوہ لے جانے میں کوئی مشکل ہو تو پی ایم اے کاکول میں بھی امانتاً دفن ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں ان حالات میں بھی منیر احمد شیخ صاحب مصروفیت کے باوجود ربوہ گئے اور جنازہ میں شرکت کی اور دیگر اہل خاندان کے ساتھ کاکول آکر بھی تعزیت کی۔

اسی طرح میرے میاں کمانڈر اسلم صاحب کے بڑے بھائی میجر (ر) محمد صفدر

صاحب کی وفات لاہور میں ہوئی ان کی تجہیز و تکفین میں بھی انہوں نے نمایاں حصہ لیا۔ 2009ء میں میرے میاں کے دوسرے بڑے بھائی چوہدری محمد یعقوب صاحب کی وفات کے موقع پر بھی وہ جنازہ کے ساتھ لاہور سے ربوہ گئے اور تجہیز و تکفین کا کام احسن طریقہ سے کروایا حالانکہ لاہور میں وہ بہت مصروف تھے گویا ہر غمی وخوشی میں انہوں نے ہمارا ساتھ دیا۔

ان میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ایک دفعہ کورٹ سے واپسی پر پتہ چلا کہ ایک ملازم رات سے بیمار ہے پہلے اسے دیکھا اور دوائی دی بعد میں کسی نے بتایا کہ اب اس کا بخار اتر گیا ہے تو کہا الحمدللہ۔ اس کے بعد کھانا کھایا حالانکہ کھانا اس وقت ٹھنڈا ہو چکا تھا ملازموں کے ساتھ بے حد نرم سلوک روا رکھتے تھے کہ ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ میں نے کسی نوکر پر غصے یا ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک میٹنگ میں جانا تھا گرم سوٹ اسی دن سل کر آیا تھا نوکر سے کہا کہ اس کی پینٹ استری کر دو اس نے استری سے پینٹ کو جلا دیا منیر صاحب کے سامنے نوکر کا رنگ زرد ہو گیا منیر صاحب نے کہا کہ تم نے پینٹ میری اڑا دی ہے رنگ تمہارا کیوں اڑا ہوا ہے اب اس کو پھینکو اور دوسری پینٹ استری کر دو۔ ہمارا خیال تھا کہ خوب ڈانٹ ڈپٹ ہو گی لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا رات کو جب میٹنگ سے واپس آئے میں نے کہا کہ آپ نے کمال کر دیا ہنس کر کہا کہ آیا غصہ کرنے کا کیا فائدہ پینٹ تو ٹھیک ہو نہیں سکتی تھی جب کہ ملازم خود بھی شرمندہ تھا خواہ مخواہ اس کو پریشان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

ملازموں کو سخت ہدایت تھی کہ کوئی بھی ملنے کے لئے آئے خواہ رات ہو یا دن اسی وقت مجھے بتاؤ کوئی کسی مجبوری کی حالت میں آتا ہے، کسی کا کوئی کام ہوتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ عدالت سے آئے ہیں ابھی سلام ہی کیا کہ نوکر نے کہا کوئی صاحب آئے ہیں وہ اُسی وقت باہر چلے گئے اور گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد آئے میں نے کہا کہ ہم انتظار کر رہے تھے تو اس پر کہا کہ غریب آدمی تھا اس کا مقدمہ کورٹ میں تھا۔ کورٹ کا وقت ختم ہو رہا تھا میں نے جا کر اس کا کام کروا دیا۔ اب آرام سے کھانا کھاتے ہیں۔

ملازموں کو ہدایت تھی کہ جب کوئی آئے تو کبھی نہیں کہنا کہ صاحب ابھی آرام کر رہے ہیں۔ رات دن فون کی گھنٹی بجتی رہتی تھی وہ ہر فون کو اٹھاتے اور بات کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے ہر ایک کے دکھ اور سکھ میں ساتھ دیا۔ رات دن گرمی اور سردی کی پرواہ کئے بغیر بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ ہر اک کا دکھ سکھ سانجھا جانا۔

کئی سال ہوئے کہ میں لاہور میں تھی ہمیں اطلاع ملی کہ ہماری خالہ زاد بہن عابدہ ملک صاحبہ راولپنڈی میں وفات پا گئیں ہم اسی دن پنڈی کے لئے روانہ ہو گئے دوسرے دن جنازہ تھا تدفین کے بعد اطلاع ملی کہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ تعزیت کے لئے گھر آرہی ہیں ان کی سیکرٹری پہلے آ چکی تھیں اور کچھ دیر کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ بھی تشریف لے آئیں۔ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے ہم سب کو منیر صاحب دوسرے کمرہ میں لے گئے اور ہم سے کہا کہ ہم میں سے کسی نے ان سے نہیں ملنا۔ ان کے باپ نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے پیش نظر ہم ان سے کیسے مل سکتے ہیں۔ وہ ایک گھنٹہ تک اہل خانہ کے ساتھ رہیں لیکن ہم میں سے کوئی بھی ان سے نہ ملا۔ (حالانکہ ہمارا دل چاہ رہا تھا کہ ان سے ملاقات ہو جاتی) لیکن یہ دینی غیرت کا اظہار تھا۔

شیخ صاحب موصوف نے بتایا کہ جن دنوں میں آپ سیالکوٹ تعینات تھے رات کے کوئی بارہ بجے فون آیا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور تمہیں بتا رہا ہوں کہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہے۔ میں نے اپنے خیر خواہ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے اس نے کہا کہ میں اپنا نام نہیں بتا سکتا اس پر میں نے کہا آپ اپنا نام بھی نہیں بتا سکتے تو خدا حافظ اور فون بند کر دیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو خوف محسوس نہیں ہوا تو کہنے لگے اس کے بعد میں گہری نیند سو گیا۔

نہایت سادہ طبیعت اور سادہ مزاج پایا تھا لیکن مزاج میں سادگی کا پہلو غالب رہتا تھا ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کا سلوک روا رکھا۔ کبھی اپنی بڑائی نہیں کی۔ ہر کام آرام اور وقار کے ساتھ کرتے تھے۔ وہ ایک متوازن شخصیت کے حامل انسان تھے۔ رشتہ داروں اور قریبی تعلقات والوں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جماعت کے ساتھ دلی تعلق تھا۔ خلفائے احمدیت کے ساتھ خاص وفا اور محبت کا تعلق رہا ہے۔

ہر شخص نے ان کی دیانتداری، ایمانداری اور محنت کے ساتھ کام کرنے کی تعریف کی ہے۔ اُن کے تمام فیصلے عدل اور حق وصداقت پر ہوتے تھے۔ کبھی رشوت نہیں لی اور نہ ہی ناجائز سفارش کو قبول کیا۔ ہمیشہ انصاف کو مدنظر رکھا۔ غریبوں کا خاص خیال رکھتے تھے، بچوں کو کبھی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے تھے۔ جماعت کے اجلاسوں میں بچوں کو بھجواتے یا خود لے کر جاتے تھے۔

مجلس شوریٰ ربوہ میں ہر سال جماعت لاہور کی نمائندگی کرتے اور مفید مشورے دیتے۔ کئی سال فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر رہے۔ مکرم شیخ صاحب کی بڑی بہن کفیلہ خانم نے بتایا کہ جب ان کا میٹرک کا نتیجہ ایک پرچہ نہ ملنے کی وجہ سے دیر سے آیا تو کسی نے کہا کہ آپ فیل ہو گئے ہیں۔ تو منیر صاحب نے کہا اگر میں فیل ہو گیا ہوں تو کوئی بھی پاس نہیں ہو سکتا۔

تین سال قومی احتساب بیورو کے جج بھی رہے۔ اس کے بعد تین چار سال تک مشیر قانونی کی حیثیت سے کام کیا۔

جب شیخ صاحب موصوف میانوالی میں سیشن جج تھے تو وہاں کی جماعت کے صدر صاحب سے کسی معزز غیر احمدی دوست نے سفارش کرنے کے لئے کہا۔ تو صدر صاحب نے ان سے کہا سفارش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو کچھ کرنا ہے انہوں نے حق و انصاف سے کرنا ہے۔ میرے کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ غیر احمدی دوست بہت مایوس ہوئے اور راتوں رات سفر کر کے گجرات گئے اور وہاں سے مکرم شیخ صاحب کے عزیز کی سفارش لے کر آئے اور ان کے گھر پہنچ گئے۔ بعد میں جج صاحب جب صدر صاحب سے ملے تو ان سے کہا کہ آپ نے خواہ مخواہ اس معزز شخص کو تکلیف دی۔ آپ انہیں کہہ دیتے کہ ٹھیک ہے۔ میں سفارش کر دوں گا۔ کرنا تو میں نے وہی تھا جو اس کا حق تھا۔

عزیزوں کی مدد کے لئے گاؤں سے چاولوں کی بوریاں منگواتے اور بڑی محنت اور تکلیف اٹھا کر رشتہ داروں کے گھروں میں پہنچانے کا انتظام کرتے۔

آپ نے اپنے اور سسرال کے رشتہ داروں کو ایک کر دیا اور انہیں ایک دوسرے سے جوڑ کر رکھا۔ یہ محض ان کے اور ان کی بیگم آنسہ منیر صاحبہ کے تعاون اور حسن سلوک کی وجہ سے ہوا۔

تمام عمر اپنے والدین کی بہت خدمت کی اپنے بھانجے اور بھانجیوں کا خاص خیال رکھا اور ہر لحاظ سے ان کی مدد اور راہنمائی کی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آج کل اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔

14 دسمبر 2009ء کو ان کے چھوٹے بیٹے مقیت احمد واقف زندگی کی دعوت ولیمہ تھی اس دن ان کے برادرِ نسبتی راجہ منصور احمد صاحب کی لاس اینجلس، امریکہ میں وفات ہوگئی۔ لیکن کمال حکمت اور اطمینان سے دعوت ولیمہ کی تقریب کروائی اور کسی کو خبر تک نہیں ہونے دی۔ جب آپ سرگودھا میں متعین تھے ہائی کورٹ کے رجسٹرار نے کسی کیس میں سفارش کروائی اور ساتھ یہ بھی کہلوایا کہ یہ کام ضرور کرنا ہے ورنہ نتیجہ کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں انصاف کے مطابق فیصلہ کروں گا رجسٹرار صاحب زیادہ سے زیادہ میری تبدیلی کروا سکتے ہیں اور وہ انہوں نے کروادی۔

ان کا حافظہ بھی خدا کے فضل سے بہت اچھا تھا۔ میں نے انہیں گھر میں فائلیں کھول کر کام کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ آپ کس طرح فیصلے سناتے ہیں تو مذاق میں ٹالتے رہے، بس ایسے ہی فیصلے سنا دیتا ہوں جو اکثر ٹھیک ہی ہوتے ہیں۔ جب میں نے زیادہ زور دیا تو بتایا کہ میں سارا کام کورٹ میں ہی ختم کر کے آتا ہوں ہاں جن مجرموں کو پھانسی کی سزا دینی ہو تو ان کی فائل پر ضرور کچھ گھنٹے مزید لگاتا ہوں اور دعا بھی کرتا ہوں۔ ایک دفعہ میں نے کہا آپ تو بہت سے مریضوں کو ہسپتال لے جاتے ہیں۔ کہنے لگے یہاں کئی رشتہ داروں کے لئے اپریشن تھیٹر میں بھی گیا ہوں اور ان کے گھر والوں کو تسلی دیتا ہوں۔ بہت سے لوگوں کے جنازوں کو کاندھا بھی دینے کا موقع ملتا رہا ہے۔ لیکن میں کسی انسان کا خون نہیں دیکھ سکتا۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہوئی میری چھوٹی بہن آنسہ کہنے لگی کہ ایک دفعہ ہمارے بیٹے عزیزم نبیل شیخ کو چوٹ آئی ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا، آپ اسے ہسپتال لے کر گئے تو ڈاکٹر صاحب نے کہا جج صاحب آپ دوسرے کمرہ میں چلے جائیں ڈر ہے کہ آپ بیٹے کے stitches لگانے کے وقت بے ہوش نہ ہو جائیں۔

میں سوچتی ہوں کہ 28 مئی 2010ء کو جو مسجد دارالذکر لاہور میں خون کی ہولی کھیلی گئی اسے دیکھ کر ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی! خود بھی جام شہادت نوش کیا۔ اے شہید! تم پر رحمتوں کی بارش ہو۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو تین بیٹوں عزیزم نبیل احمد، عزیزم اسامہ احمد، عزیزم مقیت احمد واقف زندگی اور ایک بیٹی سائحہ احمد سے نوازا ہے۔ ان کے ایک صاحبزادے عزیزم اسامہ احمد نے اپنے والد مکرم شیخ منیر احمد صاحب کی شہادت کے بعد اپنی زندگی وقف کے لئے حضور انور کی خدمت اقدس میں پیش کر دی جو حضور انور نے منظور فرمالی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے شہیدِ مکرّم کے تمام بچے اور داماد نہایت اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور جماعت کے ساتھ نہایت اخلاص، وفا اور فدائیت کا تعلق رکھتے ہیں۔

میری قارئین کرام سے درخواست ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے بہنوئی مکرم منیر احمد شیخ صاحب شہید، امیر جماعت احمدیہ لاہور کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے اور میری بہن آنسہ منیر اور ان کے تمام بچوں اور دیگر عزیز و اقارب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تعلیم الاسلام کالج کی میٹھی یادیں

عزیز احمد طاہر، سابق پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ

ستمبر 1962 میں خاکسار کی تعیناتی بطور لیکچرار اقتصادیات، تعلیم الاسلام کالج، ربوہ میں ہوئی تھی۔ ٹائم ٹیبل کے مطابق مجھے انٹرمیڈیٹ اور ڈگری کی چار کلاسز کی تدریس کا کام سونپا گیا تھا۔ بی اے آنرز کے دو پیریڈ میرے سینئر پروفیسر مکرم ظفر احمد وینس کے سپرد تھے۔ آپ زمانہ طالب علمی میں میرے استاد رہ چکے تھے۔ غالباً 1963ء میں آپ پی ایچ ڈی کرنے کیلئے برطانیہ جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اس لئے کبھی کبھار ان کے دو پیریڈ بھی خاکسار لے لیتا تھا۔ محترم ظفر وینس صاحب ایک قابل اور لائق استاد تھے۔ اور تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ آپ ہی کی بدولت مجھ میں معاشیات کے مضمون میں دلچسپی پیدا ہوئی اور پھر میں نے تدریس کا پیشہ اپنے مستقبل کیلئے پسند کیا۔ بی اے آنرز میں صرف دو طالب علم تھے، مکرم عنایت اللہ منگلا اور مکرم رشید احمد۔ دونوں ہی بے حد محنتی اور فرماں بردار شاگرد تھے۔ رشید احمد صاحب سٹیٹ بنک آف پاکستان میں اعلیٰ عہدہ پر متمکن ہوئے اور ڈاکٹر عنایت اللہ منگلا امریکہ میں آجکل مشی گن سٹیٹ کے شہر کالا مازو کی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج میں جہاں تدریس کا معیار بہت بلند تھا وہاں ذہنی، جسمانی، اخلاقی تربیت کا معیار بھی اعلیٰ تھا۔ مشاعروں اور بین الکلیاتی تقریری مقابلوں میں ہمارے کالج کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ایسا بلند و بالا تعلیمی معیار دوسرے کالجوں میں بہت کم نظر آتا تھا۔ کالج کے پرنسپل صاحبزادہ مرزا ناصر احمد تھے جو بعد میں جماعت احمدیہ کی خلافت ثالثہ کے عہدہ جلیلہ پر متمکن ہوئے۔ آپ بے حد شفیق، مہربان، اور ہمدرد پرنسپل تھے۔ طلباء کی اخلاقی اور جسمانی صحت کا بے حد خیال رکھتے تھے لیکن ڈسپلن کے معاملہ میں کسی رورعایت کے قائل نہ تھے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہوں گا۔ ایک روز شاید سال اول یا سال دوم کی کلاس میرے سپرد تھی۔ میں ٹیچنگ کیلئے کلاس روم میں داخل ہوا، اور طلباء سے کہا کہ گزشتہ روز جس موضوع پر میں نے لیکچر دیا تھا اسے تحریر میں اپنے لفظوں میں بیان کریں۔ میں نے یہ وضاحت کر دی کہ یہ کوئی ٹیسٹ نہیں ہے، صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس موضوع کو آپ میں سے کس کس نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ پیریڈ ختم ہونے پر میں نے طلباء سے کاغذات اکٹھے کر لئے۔ ان کاغذات کی جانچ پڑتال کے دوران معلوم ہوا کہ ایک طالب علم نے اپنے کاغذ پر کچھ غیر مناسب فقرے لکھ دئے تھے جن کو پڑھ کر میں نے اس کو پچیس روپے کا جرمانہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ کاغذ میں نے پرنسپل صاحب کے پاس بھیج دیا۔ پرنسپل صاحب نے جرمانہ کاٹ کر طالب علم کا نام کالج سے خارج کر دیا۔ وہ طالب علم باسکٹ بال کا بہترین کھلاڑی تھا اور دو روز بعد اس نے باسکٹ بال کے فائنل میچ میں کھیلنا تھا۔

چند اساتذہ اس واقعہ کے جاننے کے بعد پرنسپل صاحب کے پاس سفارش لے کر گئے اور درخواست کی کہ یا تو طالب علم کو معاف کر دیا جائے یا سزا کا نفاذ میچ کھیلنے کے بعد ہو۔ پرنسپل صاحب نے دونوں ترجیحات مسترد کر دیں، اور اساتذہ سے کہا کہ اگر مذکور طالب علم کے نہ کھیلنے سے ہمارے کالج کی ٹیم شکست کھا جاتی ہے تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ چنانچہ میچ میں وہ طالب علم شرکت نہ کر سکا مگر اسکے باوجود ہماری ٹیم جیت گئی۔

فٹ بال ٹیم کا ٹرافی جیتنا

کالج میں پرنسپل صاحب نے مجھے فٹ بال ٹیم کا نگران مقرر فرمایا۔ خاکسار تدریس کے فرائض سے فارغ ہونے کے بعد فٹ بال گراؤنڈ میں جا کر دونوں ٹیموں (انٹرمیڈیٹ اور ڈگری) کو روزانہ ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی پریکٹس کرواتا۔ اس کام میں کالج کے ڈی پی ای مکرم انور حیدر آبادی بھی میری معاونت کرتے۔ زونل ٹورنامنٹ میں شرکت کیلئے 1964ء میں اپنی کالج ٹیم کے ہمراہ جھنگ گیا جہاں یہ میچز ہونے تھے۔ میرے ہمراہ شعبہ تاریخ کے لیکچرار مکرم چوہدری نذیر احمد بھی تھے۔ ہمارا قیام گورنمنٹ کالج جھنگ کے ہوسٹل میں تھا۔ ٹورنامنٹ کے پہلے روز تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور گورنمنٹ کالج سرگودھا کی ٹیموں کے مابین میچ تھا۔ میچ دس بجے صبح شروع ہوا۔ ہاف ٹائم تک کوئی ٹیم گول نہ کر سکی۔ ہاف ٹائم گزرنے کے بعد ریفری نے گورنمنٹ کالج سرگودھا کی ٹیم کے خلاف واک اوور دے دیا کیونکہ ان کے

پاس کھلاڑیوں کی منظور شدہ فہرست نہیں تھی۔ اور قواعد کی رو سے ایسی ٹیم ٹورنامنٹ میں شرکت کی اہل نہ تھی۔ چنانچہ ہماری ربوہ کی ٹیم کو فاتح قرار دے دیا گیا۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا کی ٹیم اسی روز واپس چلی گئی، اور واپس جا کر اپنے پرنسپل کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ سرگودھا کالج کے پرنسپل صاحب نے چیئر مین لاہور بورڈ سے کہا کہ اگر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل مان جائیں، تو یہ میچ دوبارہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اگلے روز مجھے گورنمنٹ کالج جھنگ کے پرنسپل صاحب نے بلایا کہ ربوہ سے آپ کے پرنسپل صاحب کا فون آیا ہے کہ ہماری ٹیم سرگودھا ٹیم کیساتھ دوبارہ میچ کھیلے گی۔ چنانچہ ہماری ٹیم کے کھلاڑی وقت مقررہ پر گراؤنڈ میں پہنچ گئے لیکن سرگودھا ٹیم پھر بھی وہاں نہ پہنچ سکی۔ اس طرح ایک بار پھر ہماری ٹیم کو فاتح قرار دے دیا گیا۔

فٹ بال کا اگلا میچ

ہمارا اگلا میچ گورنمنٹ کالج جوہرآباد سے تھا، جو غالباً ہم نے 1-2 سے جیت لیا۔ اگلے روز ہمارا میچ گورنمنٹ کالج جھنگ کی ٹیم کیساتھ تھا۔ یہ میچ بھی ہم نے زیادہ گول کر کے جیت لیا۔ جھنگ کی ٹیم کوئی گول نہ کرسکی۔ آخری روز ہمارا میچ گورنمنٹ کالج میانوالی کی ٹیم کے خلاف تھا۔ یہ میچ بھی ہماری ٹیم نے 1-4 گولوں سے جیت لیا اور زونل چمپئین شپ حاصل کر لی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ہمارے کالج کی ٹیم نے زونل ٹرافی جیتی تھی۔ ٹیم کے کیپٹن منیر احمد باجوہ (حال ہمبرگ جرمنی) تھے۔ ٹیم کے دوسرے ممبران یہ تھے: عبدالحلیم ظفر (سویڈن)، محمد اظہر، راجہ عبدالستار، نصیر چیمہ، محمد صدیق، عبدالرشید، نعیم الدین وسیم، رفیق گھوگھوال، منور احمد، نیاز مصلح (شکاگو امریکہ)، عبدالحمید عابد (حال لاہور)، عصمت اللہ رندھاوا، جمشید، محمد عاقل گول کیپر (جرمنی) اور زکریا ورک (کینیڈا)۔ ٹیم کے تمام کھلاڑی ہر لحاظ سے گوناگوں صلاحیتوں کے مالک تھے۔ زکریا ورک فل بیک تھے اور بہترین دفاع کرتے تھے۔ گول کیپر محمد عاقل خان ڈی کی لائن سے ہر آنے والے گیند کو بڑی چابک دستی سے روک لیتے تھے۔ تمام کھلاڑیوں میں یک جہتی تھی اور پوری ٹیم میں تعاون کا جذبہ سرایت کیا ہوا تھا۔ میرا بے حد احترام کرتے اور میری ہر تجویز پر فوراً عمل کرتے تھے۔

زونل چمپئین شپ جیتنے کے بعد ہماری ٹیم کے تین کھلاڑی محمد عاقل خان، عبدالحمید عابد، زکریا ورک لاہور ڈویژن کے مقابلہ جات کے ٹرائلز میں حصہ لینے کیلئے لاہور گئے تھے۔

دیگر اساتذہ کا ذکر خیر

تعلیم الاسلام کالج میں تمام اساتذہ بہت لائق و فائق اور تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب اور مکرم محمد ابراہیم ناصر صاحب کا شمار ریاضی کے بہترین اساتذہ میں ہوتا تھا۔ شعبہ انگریزی میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کا تدریس کا انداز بے حد دلچسپ اور دلنشین تھا۔ آپ اپنا لیکچر بڑی محنت سے تیار کرتے۔ میں نے بی اے کے سالوں میں آپ سے انگریزی نظموں کی کتاب Eight Poets اور شیکسپیئر کا ڈرامہ میک بیتھ پڑھا تھا۔ آپ نے ہمیں بتایا کہ متعدد کتب کے مطالعہ کے بعد اپنا لیکچر تیار کرتے تھے۔ ہم کلاس روم میں ہی ساتھ کے ساتھ آپ کے لیکچرز کے نوٹس لیتے اور ہمیں کسی گائیڈ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ مکرم کنور ادریس صاحب کی کالج میں بطور لیکچرار انگریزی تعیناتی ہوئی تھی۔ آپ نے پہلے روز ہی طلباء کو نصیحت فرمائی کہ خلاصے اور گائیڈز کی بجائے اپنے استاد کے لیکچر کے نوٹس لیں۔ آپ کالج میں بہت قلیل مدت کیلئے رہے کیونکہ آپ سول سروس کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد سرکاری ملازم بن گئے تھے۔ اپنے کیرئیر میں آپ بہت اعلیٰ عہدے تک پہنچے، کراچی میں کمشنر رہے، صوبہ سندھ کے فنانس سیکرٹری رہے، اور جناب ممتاز بھٹو کی کابینہ میں وزیر بھی رہے تھے۔ گزشتہ کئی سالوں سے آپ کے مضامین ڈان کراچی میں شائع ہوتے آرہے ہیں۔

اسکے علاوہ کالج کے اساتذہ درج ذیل تھے: چوہدری محمد علی صاحب، صوفی بشارت الرحمٰن صاحب، سلطان محمود شاہد صاحب، شیخ محبوب عالم خالد صاحب، ڈاکٹر نصیر احمد خانصاحب، خان حبیب اللہ خان صاحب، ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب، مبارک احمد انصاری صاحب، رفیق احمد ثاقب، مسعود احمد عاطف صاحب، چوہدری حمید احمد صاحب۔ ان تمام اساتذہ کا شمار لائق ترین اور محنتی اساتذہ میں ہوتا تھا۔ مکرم پروازی صاحب علمی اور ادبی سرگرمیوں کی روح رواں تھے اور کل پاکستان مشاعروں اور کانفرنسوں کا انتظام فرماتے تھے۔ ان لائق اور قابل فخر اساتذہ کی فہرست تو بہت طویل ہے لیکن اس مضمون میں سب کا ذکر ممکن نہیں۔

(عزیز احمد طاہر صاحب اس وقت دارالقضاء ربوہ میں قاضی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے اپنے والد گرامی چوہدری عبد اللطیف اوورسیئر ربوہ کے حالات زندگی پر کتاب شائع کی ہے۔ آپ نے ربوہ میں دو سال 64-1962 لیکچرار رہنے کے بعد 35 سال تک 1999-1964 ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر اور ایسوسی ایٹ پروفیسر تدریس کے فرائض سرانجام دئے۔ مارچ 1999ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد سے آپ ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔ (ایڈیٹر)

☆......☆......☆......☆

بتادو اِنہیں ''ہمارا زندہ خدا'' ہو

عظمٰی وقار

تمہی کو چُنا ہے تمہی اب بتاؤ ۔۔۔ نہ اب ہم کو جاناں تم اتنا رُلاؤ
نجانے کہاں بد نظر پھر لگی ہے ۔۔۔ دُعا کیلئے ہاتھ پھر سب اُٹھاؤ
تمہارے بھروسے ہی بڑھتے رہے ہیں ۔۔۔ بس کردو اب تم یوں نہ بہلاؤ
ہجر کی رات لمبی بہت ہوچکی ہے ۔۔۔ ملن کی گھڑی پہ اب مُہر لگاؤ
ہمیشہ ہی دُکھ ہم اُٹھاتے رہے ہیں ۔۔۔ مگر اب سکوں کا تم جھولا جھلاؤ
بہت روئے سارے نہ پوچھو قسم سے ۔۔۔ تمہی کرکے اب فضل ہم کو ہنساؤ
بھریں گے زخم بھرتے ہی جاناں ۔۔۔ پیار کا جام ہاتھوں سے اپنے پلاؤ
مگر اب کی بار تو ایسا تھکے ہیں ۔۔۔ لوری پیار کی دے کہ تم ہی سلاؤ
روح تک شانت ہوجائے جس سے ہماری ۔۔۔ کچھ ایسا دلاسہ تم ہی اب دلاؤ
خزاں کی رُتیں کب بنیں گی بہاریں ۔۔۔ کروگے کب 'کُن' تم ہی بتاؤ
اُمیدیں تو زندہ ہیں دل میں سبھی کے ۔۔۔ نُور سے اب کے اپنے تم ان کو جلاؤ
اک صدی سے جبینیں ہیں سجدے میں دیکھو ۔۔۔ اب آؤ اور آکر انہیں تم اُٹھاؤ
یہ صُمٌّ، یہ بُکمٌ، یہ عُمیٌ بنے ہیں ۔۔۔ نہ اب اپنا جلوہ تم ان سے چھپاؤ
ہم خلافت کے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ۔۔۔ ہر خلیفہ کا تم نے کیا جو چُناؤ
بتادو انہیں ''ہمارا زندہ خدا'' ہو ۔۔۔ کشتی نوح کے جیسا نظارہ دکھاؤ

شیخ خورشید احمد صاحب

لطف الرحمٰن محمود

سلطان القلم کی فوج

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ''سلطان القلم'' کے خطاب سے نوازا ہے۔اس پُرشوکت خطاب میں یہ راز بھی مخفی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو قلم و قرطاس کے ذریعے تائید کرنے والوں کی ایک فوج عطا فرمائے گا۔ اور ان مصنفوں، مضمون نگاروں، صحافیوں اور اخبار نویسوں کو اس میدان میں خدمت کے مواقع ملتے رہیں گے۔ عہدِ حاضر میں روایتی صحافت کے علاوہ، اب تو ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ یعنی الیکٹرانک میڈیا کی جرنلزم بھی شامل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میدان میں بھی جماعت کو اس فیلڈ کے ماہرین اور بے لوث رضا کار عطا فرمائے ہیں جو ایم ٹی اے اور alislam.org کے ذریعے اردو، انگریزی، عربی اور دوسری زبانوں میں ٹھوس خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اور ان کا کام بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں الحکم اور البدر، میدانِ صحافت میں حضورؑ کے دو ترجمان تھے۔ حضورؑ نے ان دو اخبارات کو اپنے ''دو بازو'' قرار دیا تھا۔ ان کے طفیل اُس زمانے میں حضور کی تقاریر، ارشادات، نصائح اور مجالس کی رپورٹیں چھپتی رہیں۔ وہ گرانقدر مواد آج ''ملفوظات'' کی نعمتِ عظمیٰ کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ ان اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔ حضورؑ کی زندگی کے آخری دور میں ریویو آف ریلیجنز اور تشحیذ الاذہان رسائل بھی جاری ہوگئے۔ پھر خلافت اولیٰ میں الفضل اور خلافتِ ثانیہ اور بعد کے ادوار میں کئی اور رسائل و جرائد بھی جاری ہوئے اور جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ جماعتی صحافت کے دائرے میں نئی وسعتیں آتی چلی گئیں جماعت کے صحافتی نیٹ ورک کے ارتقاء کا جائزہ ایک مقالے کا محتاج ہے۔ اُمید ہے کوئی صاحبِ نظر دوست، اس موضوع کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

''دارالصحافت'' کا ضمنی ذکر

جماعت کے ایک ممتاز صحافی، مضمون نگار، مورخ، اور مصنف، محترم شیخ خورشید احمد صاحب، حال ہی میں ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ اُن کی یادوں کے حوالے سے میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں مگر اس کی ابتدا ربوہ کے محلّہ دارالرحمت وسطی کے ذکر سے کرنا چاہتا ہوں۔ ربوہ پیار، محبت، علم و فضل، خلوص اور وفا کی بستی ہے۔ اس کے سب محلّے، خطّے، گوشے پیارے لگتے ہیں اور اپنے عربی ناموں کی تاثیرات کی مُنہ بولتی تصویر ہیں۔ یوں تو ربوہ کے ذرّے ذرّے کیلئے میں ایک اپنائیت محسوس کرتا ہوں مگر لمبے عرصے تک رہائش کے حوالے سے دارالرحمت وسطی سے ایک نسبت ہے۔ ہماری طالب علمی کے زمانے میں ربوہ کے ہر محلّہ میں صحابہ کرام کا بابرکت وجود موجود تھا۔ ان کے علاوہ علماء کرام، پروفیسر صاحبان، اور دیگر علمی و ادبی شخصیات کے دم سے خاص رونق تھی۔ دارالرحمت وسطی کی مردم خیز مٹی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خاص نظر تھی۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب، سابق مبلغ امریکہ، ناظر تعلیم، بعد میں وفات تک صدر انجمن احمدیہ کے صدر رہے۔ پھر پروفیسر شیخ محبوب عالم خالد صاحب جو بعد میں اسی منصبِ جلیلہ پر فائز رہے، کا بھی اسی محلّہ سے تعلق تھا۔ تعلیم الاسلام کالج کے متعدد اساتذہ، پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب، پروفیسر سیّد سلطان محمود شاہد صاحب، پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب، پروفیسر پرویز پروازی صاحب کا بھی اسی محلّہ سے تعلق تھا۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب بھی کچھ عرصہ کیلئے تعلیم الاسلام کالج میں تھیالوجی یعنی دینیات کی تدریس پر مامور رہے۔ مجھے اُس دور میں حضرت مولانا سے شرف تلمذ کی سعادت نصیب ہوئی۔ محترم بزرگوارم حافظ محمد رمضان صاحب جو رمضان میں تراویح کی نماز کے

بعد، تلاوت کئے جاتے سپارے کا مختصر ترجمہ وتفسیر بھی پیش کرنے کی شہرت رکھتے تھے اسی محلّہ کی شمع علم و دانش تھے۔ اگر میں دارالرحمت وسطی کو ''دارالصحافت'' کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ ربوہ کے کسی اور محلّہ میں اخبارات و جرائد کے ایڈیٹرز اور اُن کے نائبین شاید ہی اس تعداد میں یکجا ہوئے ہوں اور وہ بھی آمنے سامنے، دائیں بائیں اور قریب قریب رہنے والے۔ چند نام ملاحظہ فرمائیے۔ جناب روشن دین تنویر صاحب ایڈیٹر الفضل، شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب، ایڈیٹر فرقان، محمد شفیق قیصر صاحب ایڈیٹر ماہنامہ خالد۔ پروفیسر رفیق احمد ثاقب صاحب کو بھی اور بعد میں اس عاجز کو بھی خالد کی ادارت کا اعزاز حاصل ہوا۔

محترم شیخ خورشید احمد صاحب ماہنامہ تشحیذ الاذہان کے بھی ایڈیٹر تھے۔ خاکسار اسی جریدے کا اسسٹنٹ ایڈیٹر تھا۔ شفیق قیصر مرحوم، جامعہ احمدیہ کے علمی وادبی رسالہ مجلّۃ الجامعہ کے بھی ایڈیٹر تھے۔ پھر میدان صحافت کا ایک اور بڑا نام، مولانا نسیم سیفی صاحب، (ایڈیٹر الفضل، ایڈیٹر تحریک جدید) کا بھی دارالرحمت وسطی سے تعلق تھا۔ تعلیم الاسلام کالج کے میگزین ''المنار'' سے ہم سب نے لکھنا سیکھا۔ بہت سے نوجوان، جو اَب بڑھاپے کی دہلیز پر کھڑے ہیں، المنار کے آستاں پر ایڈیٹر کی حیثیت سے ایام طالب علمی میں صف درصف ایستادہ رہے ہیں پرویز پروازی صاحب، خاکسار لطف الرحمٰن محمود اور مولانا عطاء المجیب راشد صاحب، مدیرانِ المنار کو دارالرحمت وسطی کی خاک سے نسبت ہے۔ یہ فہرست ایک وقیع نام کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گی۔ حضرت چوہدری علی محمد صاحب بی۔اے بی ٹی، ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز انگریزی۔ حضرت چوہدری صاحب مرحوم کو حضرت اقدسؑ کا صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ باقی سب لوگ اصطلاحاً ''تابعین'' کے زُمرے میں آتے ہیں۔ اس محلّہ کی پاک مٹی میں خدا جانے کیا تاثیر تھی کہ اُس نے ہم جیسے پتھروں اور ٹھیکروں کو جواہرات کا مقدّر بخشا!!

شیخ صاحب مرحوم کے ابتدائی حالات اور صحافتی خدمات

محترم شیخ خورشید احمد صاحب 1920ء کے لگ بھگ، لاہور میں محترم شیخ سلامت علی صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ، محترمہ حبیب النساء صاحبہ 1927ء میں مختصر سی علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ مرحومہ حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب سابق امام مسجد فضل لندن کی صاحبزادی تھیں۔ شیخ خورشید احمد صاحب مرحومہ کی اکلوتی اولاد تھے جو 8 سال کی عمر میں یتیم ہوگئے۔ آپ کی والدہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قادیان میں قائم کردہ مدرسۃ الخواتین کی ایک ہونہار طالبہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کو تقریر و تحریر کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اگر زندہ رہتیں تو جماعت کے تربیتی و اصلاحی پروگرام کیلئے ایک مفید وجود ثابت ہوتیں۔ اس یتیم بچے کو علم و ادب کا میلان والدہ سے ورثے میں ملا۔ قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک کرنے کے بعد، اُنہوں نے ادیب عالم اور ادیب فاضل کے امتحانات پاس کئے اور اس کے جلد بعد الفضل میں مضامین لکھنے شروع کردیئے۔ اُن کے کئی مضامین الفضل میں شائع ہوئے۔ انداز تحریر اور دلائل سے متاثر ہو کر حضورؓ نے ایک تقریر اور پھر خطبہ جمعہ میں ان مضامین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ابھی ایک بچہ اُن کے ردّ میں مضامین لکھ رہا ہے جس کا نام خورشید احمد ہے۔ وہ اس وقت لاہور میں رہتا ہے۔ اس کے مضامین ایسے اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں، پہلے میں سمجھتا تھا کہ کوئی بڑی عمر کا آدمی ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خانصاحب فرزند علی صاحب کا نواسہ ہے اور سترہ اٹھارہ سال کی عمر کا ہے۔''

(الفضل، 2 جولائی 1941 صفحہ 5، بحوالہ شیخ صاحب مرحوم کے خود نوشت حالات)

یکم مئی 1946 کو شیخ صاحب روزنامہ الفضل کے ادارۂ تحریر سے وابستہ ہوگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ نے مردم شناسی کا ایک جوہر عطا فرمایا تھا۔ انتخاب ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہوا محترم شیخ صاحب کو 33 سال تک الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمت سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ 1947 میں تقسیم برّصغیر پاک و ہند کی وجہ سے الفضل کا سٹاف بھی پاکستان منتقل ہوگیا۔ پہلے لاہور میں اور بعد میں ربوہ۔

اس طویل عرصہ میں محترم شیخ صاحب کو حضورؓ کی مجالسِ عرفان، خطبات و تقاریر اور مجالسِ مشاورت میں ارشادات عالیہ کے بہت سے خلاصے الفضل میں محفوظ کرنے کی توفیق ملی۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ الفضل کا جماعت احمدیہ کے اخبارات و رسائل میں ایک خاص مقام اور مرتبہ ہے۔ 1913 میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے عہد خلافت میں اس کا اجراء ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ہی نے اخبار کا نام ''الفضل'' تجویز فرمایا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب الفضل کے پہلے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور خلافتِ ثانیہ کے انتخاب تک آپ ہی کی ادارت میں یہ اخبار نکلتا رہا۔ مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے

بعد، حضورؓ نے یہ ذمہ داری حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے سپرد کردی۔ ان کے بعد حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحبؓ حضرت مولانا عبدالرحیم نیّر صاحب مبلغ افریقہ، اور حضرت صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشیئس کو علی الترتیب الفضل کے ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔

(تاریخ احمدیت جلد 3صفحہ 444 ،ایڈیشن2007)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ الفضل کے یہ ایڈیٹر صاحبان صحابہ کرام تھے۔ صحابہ کرام کی الفضل کے ادارۂ تحریر سے وابستگی اور اس کی آبیاری بے حد بابرکت ثابت ہوئی۔ الفضل برّصغیر پاک و ہند کا ایک قدیم پرچہ ہے۔ 2013ء میں الفضل پہلی صدی مکمل کر لے گا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اب الفضل کا انٹرنیشنل ایڈیشن لندن سے شائع ہوتا ہے۔ الفضل کے ادارۂ تحریر سے نسبت ایک قابلِ فخر سعادت ہے۔ بجا طور پر ان حضرات کو صحابہ کرام کی جانشینی کا شرف حاصل ہے۔

الفضل کے علاوہ شیخ صاحب کو سلسلہ کے بعض اور رسائل و جرائد کی ادارت کی بھی توفیق ملی۔ وہ سالہا سال تک رسالہ تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر رہے۔ یہ رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مارچ 1906 میں جاری ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے ازراہِ شفقت اس کا نام ''تشحیذ الاذہان'' تجویز فرمایا۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب 1914 تک یعنی 8 سال تک اس رسالہ کو ایڈٹ کرتے رہے۔

انتخابِ خلافتِ ثانیہ کے بعد، حضورؓ نے قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب کو تشحیذ الاذہان کا ایڈیٹر مقرر فرمایا۔ 1922 تک تشحیذ الاذہان شائع ہوتا رہا۔ مارچ 1922ء میں تشحیذ الاذہان کو ریویو آف ریلیجنز (اردو) میں مدغم کر دیا گیا۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ریویو آف ریلیجنز کو حضرت اقدسؑ کی حیاتِ طیبہ میں 1902ء میں جاری کیا گیا اس کے انگریزی اور اردو ایڈیشن شائع ہوتے رہے۔ حضور علیہ السلام خود بھی اس کیلئے مضامین رقم فرماتے رہے۔ ریویو آف ریلیجنز اب بھی انگریزی زبان میں شائع ہو رہا ہے۔

محترم شیخ صاحب کو لجنہ اماء اللہ کے ترجمان ''مصباح'' کی ادارت (ستمبر 1985ء سے دسمبر 1986ء) کی بھی توفیق ملی۔ حکومتی پابندیوں اور سختیوں کی وجہ سے اُس پُر آشوب دور میں، آئے دن جماعتی اخبارات و جرائد کو جھوٹے مقدمات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ بعض وجوہ کے پیشِ نظر، اسی وجہ سے مصباح کے ادارت اور انتظامی معاملات مردوں کے سپرد کر دیئے گئے۔

یاد رہے کہ مصباح کو دسمبر 1926ء میں قادیان سے جاری کیا گیا۔ مگر بعض مصالح کے پیشِ نظر، اُس وقت بھی اس رسالہ کی ادارت اور انصرام و انتظام کی ذمہ داری مردوں کے سپرد رہی۔ مئی 1947ء میں اس کی ادارت اور انتظام لجنہ اماء اللہ کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد4صفحہ307)

ایک یاد سے وابستہ مشاہدات

بات سے بات نکلتی ہے۔ الفضل کے حوالے سے ایک خاص یاد کا محترم شیخ صاحب سے تعلق ہے اس ایک یاد سے بعض اور تجربات اور مشاہدات کی ڈور بندھی ہوئی ہے۔ غالباً 63-1962 کی بات ہے۔ محترم شیخ صاحب دو ماہ کی رخصت پر تشریف لے گئے میں ان دنوں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے سٹاف میں تھا۔ سکول تعطیلات کیلئے بند تھے۔ مجھے یہ حکم ملا کہ شیخ صاحب کی عدم موجودگی میں، ان کی قائمقامی کیلئے الفضل کے دفتر میں رپورٹ کروں۔ بزرگوار م تنویر صاحب اور جناب مسعود دہلوی صاحب سے علیک سلیک تو پہلے بھی تھی۔ اس قُرب کو غنیمت جانا اور ان حضرات کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اگر انسان چاہے تو دو مہینے میں بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ ان چند دنوں کی رفاقت عظیم علمی نعمت ثابت ہوئی۔ مجھے اب بھی بہت سی باتیں یاد ہیں۔ ضمناً دو کا ذکر کروں گا۔

محترم تنویر صاحب

بڑے تجربہ کار، کہنہ مشق اور زندہ دل صحافی تھے۔ ایک بلند پایہ عظیم شاعر بھی تھے۔ فیض کے پائے کے شاعر تھے۔ ان سے روزانہ ہی کوئی نیا نکتہ، کوئی ادبی لطیفہ یا کوئی تاریخی واقعہ سننے کو مل جاتا۔ ایک دن علامہ تنویر جو ڈاکٹر اقبال کے ہم وطن اور اُن کے ملنے والوں میں شامل تھے، نے بتایا کہ اقبالؔ حضرت مسیح موعودؑ کی فارسی شاعری کے بہت بڑے مدّاح تھے۔

ایک بار محترم تنویر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ مولانا کوثر نیازی نے اُنہیں ایک عریضہ لکھا کہ وہ احمدیت کے بارے میں ریسرچ کرنا چاہتے ہیں، اس حوالے سے ان کی راہنمائی کی جائے۔ محترم تنویر صاحب نے نیازی صاحب کو لکھا کہ بہت نیک ارادہ ہے اگر تعصب سے بالا ہو کر تحقیق کریں گے تو لازماً حق آشکار ہو جائے گا۔ آپ نے اپنا تجربہ بھی بیان کیا کہ کس طرح احمدیت کے بارے میں تحقیق قبولِ حق کا باعث بنی۔ محترم تنویر صاحب نے اس خط کے ساتھ مولانا نیازی صاحب کو چند کتابیں بھی بھجوائیں۔ ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا نام مجھے اب بھی یاد ہے۔ بڑوں کی بات کو ادب اور خاموشی سے سننا چاہیئے۔ مگر میں نے جوانی کی ترنگ میں یہ گوش گزار کر دیا کہ اگر نیازی صاحب نے آپ کی بات پر عمل کیا اور انہوں نے آپ کی بھجوائی ہوئی کتابیں پڑھ لیں تو پھر وہ احمدی ہوں یا نہ ہوں جماعت اسلامی سے لازماً ان کی جان چھوٹ جائے گی! چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ جماعت اسلامی کی فاشسٹ سوچ سے پیچھے ہٹ گئے اور بعد میں بھٹو صاحب نے اُنہیں اپنے رنگ میں رنگ ڈالا ع

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد

کوثر نیازی صاحب بعد میں مذہبی اور اقلیتی امور کے وزیر بھی بنے بلکہ حج اور اوقاف کا قلمدان بھی اُن کے سپرد رہا۔

قابلِ قدر تصنیفی کام

ایک فُل ٹائم صحافی کی توجہ اخبار کے حوالے سے مفوضہ صحافتی سرگرمیوں پر مرتکز رہتی ہے۔تصنیف وتالیف کیلئے وقت نکالنا عملاً مشکل ہوجاتا ہے۔شیخ صاحب پر الفضل کے علاوہ تشحیذ الاذہان اور پھر کچھ عرصے کیلئے لجنہ کے جریدہ مصباح کی ادارت واشاعت کا بوجھ بھی آپڑا۔لیکن ان مصروفیات کے باوجود شیخ صاحب تصنیف وتالیف کے کام کیلئے وقت نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ان کے اہلِ خانہ سے معلوم ہوا کہ وہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے۔ان کا ایک مستقل کام ڈائری لکھنا تھا۔انہوں نے 72 سال تک بڑے اہتمام سے ڈائری لکھی۔میں اُن کی استقامت پر حیران ہوں اور اُن کے آہنی عزم کو سلام پیش کرتا ہوں۔کیونکہ میں ہر سال ڈائری لکھنے کا عہد کرتا ہوں مگر دو تین دن کے بعد یہ عہد ٹوٹ جاتا ہے اور عزم صمیم دھواں بن کر منتشر ہوجاتا ہے ع

سامنے ڈھیر ہے ٹوٹے ہوئے پیمانوں کا

محترم شیخ صاحب نے 3 تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن کا مختصر تعارف قارئین کی نذر ہے:

راہِ ایمان

کتابی سائز 136 صفحات پر مشتمل ہے۔کتاب کے دو حصے ہیں۔حصہ اوّل میں 10 اسباق ہیں جو آٹھ سے دس سال تک کے بچوں کیلئے ہیں۔دوسرا حصہ 15 اسباق پر مشتمل ہے جو 15 سال کے بچوں کیلئے لکھے گئے ہیں۔عقاید، مسائل، اخلاقی تعلیم بلکہ تاریخی معلومات کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ

اس کتاب کی تحریک حضرت سیدہ اُمّ متینؓ، سابق صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے کی تھی۔یہ کتاب 141 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا انگریزی ترجمہ 175 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔جماعت احمدیہ کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ کی حیاتِ طیّبہ کے واقعات اور آپ کے بعد آنے والے پانچ خلفائے احمدیت کے عہد خلافت کے اہم واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔یہ کتاب بچوں کے علاوہ بڑوں کیلئے بھی مفید ہے۔

محترم شیخ صاحب کی تصانیف کی موزونیت اور افادیت اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ ان کی کتابوں کے کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں اور ان کے دوسری زبانوں کے تراجم کا کام بھی جاری وساری ہے۔

جوئے شیریں

بچوں کو کم عمری میں منظوم پاکیزہ کلام حفظ کروانے کے تربیتی لحاظ سے مفید اثرات نوٹ کئے گئے ہیں۔ان کے قلب ونظر میں دینی جذبے روشن ہوجاتے ہیں۔کم عمر میں بچے دوسرے بچوں کی معیت میں آسانی سے نظمیں یاد کرلیتے ہیں اور کم سنی میں یاد کیا ہوا یہ کلام پتھر پر گویا کندہ ہونے کے مترادف ہے 59 منظومات کا مجموعہ 104 صفحات پر مشتمل ہے۔یہ پاکیزہ کلام حضرت مسیح موعودؑ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے منظوم کلام سے انتخاب کیا گیا ہے۔

یہ علمی کام محترم شیخ صاحب مرحوم کا صدقہ جاریہ ہے۔نئی نسل کیلئے وہ بہترین علمی یادگار چھوڑ گئے ہیں۔

محترم شیخ صاحب کی سیرت کے بعض لائق تقلید پہلو

اللہ تعالیٰ ہر انسان کو بعض ایسی خوبیوں سے نوازتا ہے۔جو اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں اور اپنی افادیت اور کشش کی بدولت لائق تقلید ٹھہرتی ہیں۔قارئین سے رخصت ہونے سے قبل میں محترم شیخ صاحب کی ایسی ہی چند خوبیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

وقت کی قدر

حضرت اقدسؑ کا ایک الہام ہے۔أَنْتَ الشَّيْخُ الْمَسِيْحُ الَّذِىْ لَا يُضَاعُ وَقْتُهٗ۔(تذکرہ صفحہ 550)۔اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ دینِ اسلام کے احیاء کیلئے حضورؑ کی مساعی جمیلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت شاملِ حال ہوگی اور ایسی کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہوں گی۔اس الہام میں یہ پیغام بھی مخفی ہے کہ حضورؑ کے مخلص پیروکاروں کو بھی اپنے وقت کی قدر وقیمت کا احساس ہونا چاہیئے۔ان کا ایک لمحہ بھی مقصدیت سے خالی مصروفیتوں میں ضائع نہیں ہونا چاہیئے اور نہ ہی لغو کاموں کی

نذر ہو جانا چاہیئے۔ عاجز نے شیخ صاحب کو کبھی وقت کے ضیاع میں ملوّث نہیں دیکھا۔ گھر سے دفتر، دفتر سے گھر یا پھر پنجوقتہ نمازوں یا اسی قسم کی دیگر دینی مصروفیتوں کیلئے گھر سے باہر قدم رکھتے ورنہ '' تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے '' والی کیفیت تھی۔ گھر میں بھی وہ صحافیوں والے مرغوب کاموں میں مصروف رہتے مثلاً مطالعہ کرنا یا لکھنا' مسوّدات کی نوک پلک سنوارنا' میں اسے صحافیوں کا 'بیوٹی پارلر'' کہتا ہوں۔ گھر میں ایک چھوٹی سی لائبریری تھی۔ کتابیں دیکھتے یا پھر کچھ لکھتے رہتے۔ تاریخ سے اُن کو گہری دلچسپی تھی۔ بزرگانِ سلسلہ کے خطوط' تبرکات' تصاویر' تاریخی اہمیت کے تراشے، حوالے

چند تصویرِ بُتاں' چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

ایسے نوادر کی دیکھ بھال کیلئے بھی وقت چاہیئے۔ پھر ڈائری لکھنے کی عادت تھی جس کا ذکر کر چکا ہوں۔ آپ خود دیانت داری سے دن کا روزنامچہ یعنی 24 گھنٹے کی ایک ڈائری لکھ کر دیکھ لیں۔ آپ کو صاف نظر آجائے گا کہ کتنا وقتِ عزیز ضیاع کے کھاتے میں جاتا ہے۔ اس قسم کے انکشافات کے بعد' ہمیں بھی بار بار قبلہ درست کرنے کی توفیق ملی۔ مگر اُس وقت جب غروب کا منظر پیش نظر ہے۔ ہائے اس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا!

مرنجاں مرنج، کم گو اور بے ضرر وجود

کسی نے خوب کہا ہے کہ '' دل بدست آور کہ حج اکبر است ''۔ انسان کم از کم ایسا تو ہو کہ اگر دوسروں کی دلداری نہیں کر سکتا تو کسی کی دل آزاری بھی نہ کرے۔ شیخ صاحب کم گو اور بے ضرر وجود تھے۔ اپنے کاموں سے کام جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ دفتری اوقات کے علاوہ پانچ نمازوں کی ادائیگی کیلئے لازماً مسجد پہنچتے۔ اگر شریعت کی طرف سے اس معاملے میں رُو رعایت ہوتی یا رخصت ہوتی تو شاید وہاں بھی کم ہی نظر آتے۔ چہرے پر مسکراہٹ' سوچ بچار میں ڈوبی ہوئی آنکھیں اور ذکرِ الٰہی سے تر لب یہ ہے شیخ صاحب کا سراپا۔ میرا چند سال تک تشحیذ الاذہان کے حوالے سے ان سے تعلق رہا۔ جب کبھی کاغذات یا مسودات لے کر حاضر ہوتا تو وہی گرم جوشی اور مسکراہٹ۔ مختصر سی دو چار باتیں چونکہ دونوں کو وقت بچانے کی بیماری لاحق تھی۔ اس لئے جلد ہی سلام دعا کی نوبت آجاتی۔ اگر کوئی بات رہ جاتی تو احاطہ مسجد میں!

لطیف حسِّ مزاح

الفاظ اور محاورے صحافیوں کے ہتھیار ہوتے ہیں۔ ان '' قلمی مزدوروں '' کا رات دِن انہی اوزاروں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان کے برجستہ اور بکثرت استعمال سے ان میں طبعی طور پر موجود ظرافت اور طنز و مزاح کی غیر معمولی استعداد اجاگر ہوتی رہتی ہے۔ مجھے جس صحافی سے راہ و رسم بڑھانے کا موقع ملا، اس کی حسِ ظرافت مخفی نہ رہ سکی ہنستے ہنساتے تو سب ہیں مگر نکتہ آفرینی، بذلہ سنجی اور بے ساختگی صحافیوں کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوتی ہے۔ شیخ صاحب تو پرانے صحافی تھے لازماً اس شگفتگی اور پرلطف نعمت سے حصہ پایا تھا مگر صحافی حضرات بھی اپنے حلقہء احباب ہی میں کھلتے ہیں۔

حرفِ آخر

یتیمی سے شروع ہونے والی اور اُس وقت افسردگی میں لپٹی ہوئی یہ زندگی' بفضلہ تعالیٰ ہر لحاظ سے مفید' کامیاب' فعال اور بابرکت ثابت ہوئی یعنی دینی خدمات سے بھرپور زندگی! جماعت کے دینی حلقوں میں '' کامیاب زندگی '' کے پیمانے ذرا مختلف ہیں۔ زندگی کا خدمتِ دین میں بسر ہونا' نافع الناس وجود ثابت ہونا، صوم و صلوٰۃ اور دیگر شعار اسلامی کا پابند ہونا، وصیت کے نظام میں شامل ہونے کی توفیق ارزانی' اولاد کی عمدہ تربیت میں کامیابی، اور انجام کار انجام کا بخیر ہونا وغیرہ وغیرہ' محترم شیخ صاحب نے ہر لحاظ سے کامیاب زندگی کے اس معیار سے حصہ پایا۔ بچوں کی خوشیاں دیکھیں۔ ایک دو غم بھی جھیلے مگر راضی برضا رہے۔ 91 برس کی عمر میں وداع ہوئے۔ آخری ایام میں بھی بقائمی ہوش و حواس بچوں سے باتیں کرتے رہے۔ حسبِ معمول نصائح سے نوازا اور اُنہیں بتایا کہ اب مولیٰ کریم کے حضور حاضر ہونے کا وقت آگیا ہے اور یہ بھی کہ وہ خوش و خرم اور مطمئن و مسرور اپنے ربّ کے حضور حاضر ہونے کیلئے تیار ہیں۔ الغرض انہوں نے نفسِ مطمئنہ کی کیفیت میں جان' جانِ آفریں کے سپرد کی۔ اہلِ ایمان کی یہی بڑی آرزو اور تمنا ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے۔ اگر میسّر آجائے تو بلاشبہ فوزِ عظیم ہے۔

محترم شیخ صاحب 1942ء میں نظامِ وصیت میں شامل ہوئے اس نظام سے وابستگی کے نتیجے میں دینی اور روحانی برکتیں درجہ بدرجہ، لہر در لہر بڑھتی رہتی ہیں۔ محاسبہء نفس اور نرخ بالا کُن کہ ارزانی ہنوز کی کیفیات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ شیخ صاحب عہدِ وصیت کے بعد 58 سال تک زندہ رہے اور ان برکتوں اور رحمتوں کا مشاہدہ کرتے رہے۔

بڑھاپے کے باوجود محترم شیخ صاحب پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل یہ بھی ہوا کہ 2005ء میں عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی اور حرمین شریفین میں زیارتِ مقاماتِ مُقدّسہ سے

مشرف ہوئے۔

جو انسان بھی دنیا میں آتا ہے اُسے ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ محترم شیخ صاحب نے کینیڈا میں 18 اکتوبر 2010ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ 20 اکتوبر کو محترم ملک لال خان صاحب' امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے اونٹاریو میں نماز جنازہ پڑھائی اور اونٹاریو کے احمدیہ قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ موصوف نے بیگم' 3 فرزند اور 2 صاحبزادیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام اعزہ و اقارب کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو (آمین)۔

محترم شیخ صاحب کا تعلق اُن خاندانوں سے ہے جن میں کئی افراد کو دینی خدمات کے حوالے سے ممتاز مقام حاصل ہے۔ ان کے بزرگ نانا، خانصاحب حضرت مولوی فرزند علی صاحب لندن میں مسجد فضل کے امام (1928-1933) رہے ہیں۔ ان کے ماموں' استاذی المحترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب کو ناظر مال، پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور صدر انجمن احمدیہ کے صدر کی حیثیت سے خدمات کی توفیق ملی۔ اسی طرح اہلیہ کے خاندان کے متعدد افراد کو بھی خدمتِ دین کی توفیق ملی اور مل رہی ہے۔ مولانا نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ مولانا عبدالغفور صاحب مبلغ سلسلہ، مولانا عبدالباسط شاہد صاحب کو مشرقی افریقہ میں تبلیغ کے مواقع ملے۔ اب بھی لندن میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ شیخ صاحب کی اہلیہ محترمہ کو بھی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے تحت ٹھوس خدمات کی توفیق ملی ہے۔ محترمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ کا بھی اسی خاندان سے تعلق ہے۔ صد سالہ جشن تشکر کے حوالے سے لجنہ کراچی کے زیر اہتمام اُنہیں جماعتی لٹریچر میں قیمتی اضافے کی توفیق ملی ہے۔ شعر و سخن میں اُن کا ایک مقام ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ شیخ صاحب کے بزرگوں اور اعزہ و اقارب کو خدمت دین کی توفیق ملتی رہی ہے۔ شیخ صاحب بھی ان خانوادوں کے اسی کاروانِ خدمت کے مشعل بردار ہیں۔ حیاتِ آخرت میں مولیٰ کریم اُن کی روح کو آسمانی نُور سے منور فرمائے اور ان کی خدمات کا بہترین اجر عطا فرمائے (آمین)

ہے حکم تمہیں گھر جانے کا اور ہم کو ابھی کچھ ٹھہرنے کا
تم ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ' ہم پیچھے پیچھے آتے ہیں

☆......☆......☆......☆

پیغامِ محمد ﷺ

سید سعد حسن

بنا کر خالقِ کائنات نے پھیلایا ہے نام محمدؐ کا
رہتی دنیا تک ہم نے پہنچانا ہے نام محمدؐ کا

چاہتا ہوں لوں اور کوئی نام اپنی زبان سے
یک لخت ادا زباں سے ہوتا ہے نام محمدؐ کا

ایثار و ایمان کے ہے جذبے کی انتہاء دیکھو
لیٹے ہوئے جلتی ریت پر لیتے ہیں نام محمدؐ کا

لُٹا دیا گھر کا ساز و سامان دین کی راہ میں
چھوڑ آتے ہیں گھر میں، اللہ اور اک نام محمدؐ کا

مکہ سے حبشہ و مدینہ، روم و فارس رہا اک مقصد
تا پھیلا سکیں دنیا میں دینِ اسلام محمدؐ کا

کٹتا ہے سر تو کٹ جاوے آج بھی تیرہ سو سال بعد
مضبوطی سے رکھو تھامے آج بھی وہی نام محمدؐ کا

ہو جاؤ گے تباہ و برباد دنیاوی کاموں میں پڑ کر
جاؤ گے سرشار دنیا سے گر رکھو گے قائم اسلام محمدؐ کا

چاہوں تو لکھتا رہوں صفحات در صفحات نام محمدؐ کا
آخرت تک نہ ہونا ہے نہ ہوگا ختم اسلام محمدؐ کا

پاتا ہے سر جھکا ہوا شرم سے آخرت میں سعدؔ
پہنچا نہیں پایا سب کو صرف اِک پیغام محمدؐ کا

خوب تر کی تلاش

ماسٹر احمد علی، ریٹائرڈ ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

ایک عزیز شاگرد ملک شاہد حسین صاحب کی فرمائش کی تعمیل میں کہ آپ کیسے تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں ٹیچر تعینات ہوئے، لکھیں اور رسالہ النور امریکہ میں اشاعت کیلئے بھیجیں، یہ مضمون تحریر ہے۔

مَیں اپنے گاؤں ادرحماں سے تین میل کے فاصلہ پر مڈل سکول بھابڑا میں بطور سینئر ورنیکلر ٹیچر پڑھایا کرتا تھا۔ روزانہ صبح ڈیوٹی پر بھابڑا جاتا اور چھٹی کے بعد واپس گاؤں آ کر بہت سے گھریلو کام کرلیا کرتا تھا۔

1959-1960 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک کہ گاؤں کے زمیندار خاندان اپنے بیٹے خدمتِ دین کے لئے وقف کریں'، پرعملدرآمد کروانے کیلئے حضرت مصلح موعودؓ کے ایک نمائندے ہمارے گاؤں آئے اور نماز مغرب کے بعد مسجد میں جماعت کے سامنے حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد پیش کیا نیز فرمایا کہ مجھے حضور نے خاص طور پر ادرحماں تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا جانے کا حکم دیا ہے کہ وہاں زمیندار خاندانوں کی ایک بڑی جماعت ہے۔ وہاں جا کر تحریک کرو کہ افرادِ جماعت اپنے بیٹے تبلیغِ دین کیلئے وقف کریں۔ میرا بیٹا نصیر احمد اس وقت صرف تین چار مہینوں کا تھا میں نے کھڑے ہو کر اُسے وقف کرنے کی پیشکش کر دی، الحمدللہ اور اُس وقت ساری جماعت میں سے صرف ایک خاکسار نے اپنا بیٹا وقف کرنے کا اعلان کیا۔

چند مہینوں کے بعد برادرم محمد بخش صاحب جو تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں بطور انگلش ٹیچر پڑھاتے تھے، گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے گاؤں آئے۔ مرحوم نہ صرف میرے برادری کے رشتہ دار تھے بلکہ ہمسایہ بھی تھے۔ مجھے ملنے ہمارے گھر آئے تو باتوں باتوں میں اُن سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں نے اپنا اکلوتا بیٹا خدمتِ دین کیلئے وقف کیا ہوا ہے۔ اس کی تعلیم و تربیت کیلئے ربوہ رہائش رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اگر وہاں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں مجھے بھی ٹیچر لگوا دیں تو میں ربوہ منتقل ہو جاتا ہوں۔ اس نے میری اہلیہ سے پوچھا باجی احمد علی کیا کہہ رہا ہے میری اہلیہ صاحبہ نے جواب دیا کہ بھائی جی اگر ایسا ہو سکے تو اور کیا چاہیئے۔ ضرور ان کیلئے وہاں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں کام کیلئے کوشش کریں۔ قارئین کرام! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی قربانیوں کی قدر کرتا ہے۔ سو اس نے ہماری قربانی کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ربوہ آنے کے بعد یکے بعد دیگرے مزید چار بیٹوں سے نوازا۔ چنانچہ برادرم محمد بخش صاحب نے ربوہ پہنچ کر ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے میرے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور ٹیچر کام کرنے کی اجازت لے لی اور مجھے خط لکھا کہ اگر ربوہ ہائی سکول میں کام کرنے کیلئے پختہ ارادہ ہے تو یکم ستمبر صبح یہاں ربوہ پہنچ جائیں۔ 29 یا 30 اگست 1961 کو مجھے ان کا خط ملا میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ مڈل سکول بھابڑا کے ہیڈ ماسٹر صاحب کو استعفیٰ لکھ کر پیش کر دیا کہ مجھے اب یہاں مزید ملازمت نہیں کرنی میرا استعفیٰ منظوری کیلئے بھیج دیں۔

ہیڈ ماسٹر صاحب میرے استاد تھے۔ انہوں نے کہا دیکھو مَیں ڈسٹرکٹ انسپکٹر سرگودہا کے دفتر میں تمہارے فلاں مڈل سکول میں ہیڈ ماسٹر تعینات ہونے کا آرڈر دیکھ کر آیا ہوں۔ آج یا کل بذریعہ ڈاک آرڈر آنے والا ہے۔ میرا مشورہ ہے سال دو سال ہیڈ ماسٹری کر لو پھر چلے جانا۔ میں نے انہیں کہا میں یہ موقعہ ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ جماعت احمدیہ میں کوالیفائیڈ اساتذہ کی کمی نہیں ایک کی جگہ بیس پہنچ جائیں گے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا سرکاری قواعد کے مطابق استعفیٰ دینے کیلئے ایک مہینہ پہلے محکمہ کو نوٹس دینا ہوتا ہے۔ ورنہ ایک مہینہ کی تنخواہ نہیں ملتی۔ میں نے جواب دیا میں نے 31 اگست 1961 شام تک ربوہ پہنچنا ہے۔ تنخواہ ضبط ہونے کی پرواہ نہیں۔ انہوں نے مجھے کہا تمہارے ہوش ٹھکانے ہیں؟ اچھی طرح سوچ لو۔ ہائی سکول میں پڑھانا اور شہر کی رہائش! میں نے کہا استاد جی

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

چنانچہ یکم ستمبر 1961 کو میں برادرم رانا محمد بخش صاحب کے ہمراہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے انٹرویو کیلئے پہنچ گیا۔ میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب نے میری محکمانہ کوالیفیکیشن اور سابقہ تجربہ وغیرہ پوچھنے کے بعد کہا ٹھیک ہے آپ اس سکول میں پڑھانے کی مطلوبہ اہلیت رکھتے ہیں۔ لیکن سرِ دست پرائمری حصہ میں پڑھانا پڑے گا۔ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے تمہاری تقرری کا ریزولیوشن آجانے کے بعد ہائی حصہ میں بلالوں گا۔ میں نے جواب دیا بے شک سکول کے گیٹ پر بٹھادیں مگر یہ یقین دلائیں کہ مجھے بطور ٹیچر رکھ لیا ہے۔ وہ میرے اس جواب سے بہت محظوظ ہوئے اور کہا آپ ضرور کامیاب رہیں گے۔ چنانچہ مجھے پرائمری حصہ میں بھجوادیا گیا جہاں پانچویں جماعت کا ایک سیکشن میرے سپرد کیا گیا۔ اگلے ہی دن ہیڈ ماسٹر نے مددگار کارکن کو بھیجا کہ ماسٹر احمد علی والا پانچویں جماعت کا سیکشن ادھر لے آؤ اور اُسے بھی کہو کہ کلاس کے ساتھ ادھر ہائی حصہ میں آجائے۔ چنانچہ پانچویں کلاس کیلئے ادھر کوئی کلاس روم تو تھا نہیں مجھے کلاس مسجد میں بٹھا کر پڑھانے کو کہا۔ دو تین دن کے بعد پانچویں کا سیکشن واپس بھجوادیا گیا اور مجھے ہائی حصہ میں بلوالیا۔ میاں محمد ابراہیم صاحب سکول کا راؤنڈ کرتے ہوئے کھڑکیوں سے اساتذہ کو Watch کیا کرتے تھے۔ شاید انہیں میرا چھوٹے بچوں کی کلاس کو کنٹرول میں رکھنا اور پڑھانے کا انداز پسند آ گیا تھا۔ ہائی حصہ میں مجھے چھٹی اور ساتویں جماعتوں میں اردو وغیرہ پڑھانے کا ٹائم ٹیبل دیا گیا۔ اس زمانہ میں طلباء کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ چھٹی اور ساتویں کلاسیں بورڈنگ ہاؤس کے شرقی حصہ والے کمروں میں لگتی تھیں۔

کوئی دو تین مہینوں کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسمبلی کے بعد تمام اساتذہ سے کہا کہ ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز ہمارے سکول کے معائنہ کیلئے آرہے ہیں۔ اس لئے دوسرا پیریڈ جہاں جہاں جو اساتذہ پڑھا رہے ہوں تیسرا پیریڈ بجنے پر وہیں بیٹھے رہیں۔ اگلی کلاس میں جانے کیلئے اس کلاس روم سے نہ نکلیں کیونکہ انسپکشن ٹیم نے کلاسوں میں چکر لگانا ہے۔ چونکہ میرا دوسرا پیریڈ بورڈنگ ہاؤس کی طرف ساتویں جماعت کے کسی سیکشن میں تھا۔ بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا کہ آٹھویں جماعتوں کے کمرے ہیڈ ماسٹر کے دفتر کے سامنے ہیں۔ انسپکٹر صاحب وہیں سے راؤنڈ شروع کریں گے اور انسپکٹر صاحبان جس کلاس میں جائزہ کیلئے جاتے عموماً انگلش یا اردو گرائمر کا کوئی سوال پوچھا کرتے ہیں اور اس سے سکول کے معیارِ تعلیم کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔

مَیں آٹھویں جماعت کے دفتر کے قریب والے پہلے کمرہ میں پہنچ گیا جہاں میرا اردو کا پیریڈ لگتا تھا۔ وہاں پہلے سے موجود ٹیچر سے کہا آپ ساتویں کلاس کے فلاں سیکشن میں جا بیٹھیں یہاں مَیں بیٹھ جاتا ہوں۔ وہ خوشی سے ادھر جانے کیلئے مان گئے کہ جان چھوٹی کہ یہاں تو انسپکٹر صاحب نے ضرور آنا ہے۔ ممکن ہے اُس طرف نہ جائیں چنانچہ مَیں نے کلاس میں بیٹھتے ہی طلباء کو فاعل اور اسم فاعل کی تعریف اور ان میں فرق یاد کرادیا نیز اسم معرفہ اور اسم نکرہ کا فرق بھی سمجھا دیا۔ میرے تجربہ میں یہ آیا تھا کہ اردو کے یہ دونوں سوال عموماً بچوں کو نہیں آتے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انسپکٹر صاحب مع ٹیم راؤنڈ کیلئے نکلتے ہی آٹھویں جماعت کے اُسی سامنے والے پہلے کمرہ میں آپہنچے اور مجھ سے میرا نام پوچھنے کے بعد پوچھا کہ آپ یہاں کونسا مضمون پڑھاتے ہیں میرے جواب پر کہ اردو انہوں نے فوراً پہلا سوال ہی یہ کیا کہ بچو فاعل اور اسم فاعل میں کیا فرق ہے؟ بچوں نے صحیح صحیح جواب دیا ان کی ٹیم میں سے ایک انسپکٹر صاحب نے یہ سوال بچوں سے پوچھ لیا اسم معرفہ اور اسم نکرہ میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب بھی بچوں نے فر فر درست دیا انسپکٹر صاحب بہت خوش ہوئے اور خوب خوب کہتے ہوئے کمرہ سے نکل گئے۔ ماسٹر عبدالرحمٰن بھی ساتھ تھے انہوں نے نکلتے ہوئے مجھے تھپکی دی اور کہا واہ بھئی واہ۔

میاں محمد ابراہیم صاحب بھی میرے اردو پڑھانے کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ سالانہ تقریری مقابلہ جات میں طلباء کو اردو میں تقریر کرنے کی تیاری کروانا میرے سپرد کر دیا اور مجھے عزیز ظہیر احمد باجوہ اور حافظ سمیع اللہ وغیرہ کو تقریری مقابلہ جات کی تیاری کرانے کا موقعہ بھی ملتا رہا ہے، الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ آج اُن عزیزان کو نہایت اہم جماعتی ذمہ داریاں بجالاتے دیکھ کر میرا بڑھاپا جوان ہوجاتا ہے، اَللّٰھم زد فزد۔

☆......☆......☆......☆

رحمتِ خداوندی کی پکار

سورۃ الزُمر کی آیت نمبر 54 (ترجمہ: تُو کہہ دے اے مرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ سب کے سب گناہ بخشتا ہے۔ یقیناً وہ ہی بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے) سے متاثر ہو کر لکھے گئے اشعار

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان
arshimalik50@hotmail.com

گرچہ ہے گناہوں میں گرفتار چلا آ
آ پاس مرے، میرے خطا کار چلا آ

بخشش مری ہر سمت تجھے ڈھونڈ رہی ہے
کیوں مجھ سے گریزاں ہے مرے یار چلا آ

سو بار بھی توبہ کو اگر توڑ چکا ہے
رحمت مری کہتی ہے کہ سو بار چلا آ

مایوس نہ ہو گر مرے وعدوں پہ یقیں ہے
وعدے کا میں سچا ہوں ستم گار چلا آ

ڈھک لے گی ترے عیب مری رحمتِ جاری
مت بھول مرا نام ہے ستار چلا آ

دو اشکِ ندامت ترے دوزخ کو بُجھا دیں
آنکھوں میں لئے اشکوں کی منجدھار چلا آ

میں کون ہوں کیا ہوں تجھے ادراک نہیں ہے
دیکھا ہی نہیں تُو نے رُخِ یار چلا آ

دوزخ سے نہ ڈر چھوڑ دے جنت کی طمع کو
آ دیکھ مجھے طالبِ دیدار چلا آ

راہ دیکھ رہا ہے ترا خالق، ترا مالک
مسجودِ ملائک، مرے شہکار چلا آ

بندہ ہے تو بندے کیلئے عجز ہے زیبا
سر پر نہ سجا کبر کی دستار چلا آ

آ جا کہ کُھلے ہیں ابھی توبہ کے دریچے
قبل اس کے کہ ہو جائے تو لاچار چلا آ

مجبوری و مختاری کی بحثوں کو بھلا دے
بے کار نہ کر حجت و تکرار چلا آ

مٹی ہے تری خیر کا اور شر کا مرکب
تُو خیر کو لے شر سے ہو بے زار چلا آ

اوجھل نہیں تو مجھ سے بھٹکتے ہوئے راہی
پھرتا ہے کہاں ہو کے یونہی خوار چلا آ

ہاں دیر اگر ہے بھی تو اندھیر نہیں ہے
مجھ سا نہ ملے گا کوئی غم خوار چلا آ

میلے سے جہاں کے ترا دل ہی نہیں بھرتا
گھر میں ترے چیزوں کے ہیں انبار چلا آ

تاجر ہے اگر تُو تو رضا میری کما لے
ہو جائے گا کل بند یہ بازار چلا آ

اب چھوڑ بھی دے دنیائے فانی کے مزوں کو
آ چکھ تو سہی لذّتِ دیدار چلا آ

تُو موت کے قدموں کی بھی آہٹ نہیں سنتا
کرتا ہے تجھے وقت خبردار چلا آ

پیارا ہے مجھے بندۂ توّاب و مطہر
قُرآن کو پڑھ عجز میں سرشار چلا آ

کر دیتی ہے معدوم یہ فی الفور گناہ کو
توبہ میں نہاں ہیں عجب اسرار چلا آ

اب چھوڑ بھی دے ظلم و جفا کا یہ وطیرہ
یاں عجز فقط عجز ہے درکار چلا آ

یہ دل پہ جما زنگ اسی وقت کھرچ دے
ہو جائے گا کل کام یہ دشوار چلا آ

گردن میں تری طوق ہیں پیروں میں سلاسل
اس پر ہے عجب شوخیِ رفتار ، چلا آ

یہ کام ہے جلدی کا اسے ٹال نہ کل پر
کل آئے نہ آئے دلِ بیمار چلا آ

آدمؑ نے بھی توبہ میں ہی ڈھونڈی تھیں پناہیں
آدمؑ کے قدم پر ہی قدم مار چلا آ

کج رو کی نہیں ہے مرے کوچے میں رسائی
درگاہِ مُقدّس ہے یہ ہموار چلا آ

بہروپ نہ بھر عابد و زاہد کا نکمے
رگ رگ سے میں واقف ہوں ریا کار چلا آ

ہونے کو ہے اب ختم تری عمر کی نقدی
ڈھلنے کو ہے اب شامِ خریدار چلا آ

خود تیری انا راہ کی دیوار بنی ہے
دیوار گرا بھول کے پندار چلا آ

اب چھوڑ بھی الفاظ کی جادو گری عرشی
کافی ہیں جو لکھ ڈالے ہیں اشعار چلا آ

ڈبو سکتی نہیں طاقت کوئی بھی کشتیٔ حق کو

خانم رفیعہ مجید، شکاگو

خبر ملتی ہے بیعتوں کی تو چہرہ کھل ہی جاتا ہے
دلِ بسمل کو جینے کا سہارا مل ہی جاتا ہے

ارادوں میں دلِ مومن کے مایوسی نہیں ہوتی
عزم مضبوط ہوں راہ سے ہمالہ ہل ہی جاتا ہے

بھنور کی سرکشی ہو یا طوفانِ بادوباراں ہو
چلے آتے ہیں خود ساحل کنارا مل ہی جاتا ہے

مٹادو خواہ غنچوں کو گلوں کو بزمِ گلشن کو
بہاریں خود چلی آتی ہیں گلشن کھل ہی جاتا ہے

فقط دل ہی نہیں گھر بار جانیں بھی جلیں لیکن
ہمیں اس آتشِ غم سے اُجالا مل ہی جاتا ہے

پکڑ رکھتے ہیں صبر وضبط کا دامن خاموشی سے
بہا کر اشک سجدوں میں سنبھالا مل ہی جاتا ہے

دیا جو خون بنیادوں میں اپنا احمدیت کی
ہمیں اجداد کا اپنے نظارا مل ہی جاتا ہے

ڈبو سکتی نہیں طاقت کوئی بھی کشتیٔ حق کو
بھنور راہیں بناتا ہے تو طوفاں ہل ہی جاتا ہے

میرے پیارے ابا جی ۔محترم ڈاکٹر خیر الدین صاحب بٹ

پروفیسر رشیدہ تسنیم خان ۔فلاڈلفیا، امریکہ

چاہنے والے تو گزر جاتے ہیں چُپ چاپ مگر
کوچہءِ یار میں قدموں کے نشاں بولتے ہیں

انسان اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری، ہر بچہ فطرتِ صحیحہ لے کر پیدا ہوتا ہے، لیکن اسکے والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔بعض بچے اوائلِ عمر ہی سے مادری، پدری شفقت سے محروم ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی شفقت کا ہاتھ انہیں صراطِ مستقیم پر رکھتا ہے۔میرے والدِ بزرگوار انہی خوش نصیب لوگوں میں سے تھے۔

ابتدائی حالات

ہمارے آباؤ اجداد کشمیر میں ریاست جموں کے قصبہ ' گوش' کے رہنے والے راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔پیشے کے لحاظ سے زمینداری، قالین بافی اور کشمیری دوشالوں کی تجارت تھی۔ 1848 میں جب انگریزوں نے ریاست جموں کشمیر کو اونے پونے داموں ہندو ڈوگروں کے ہاتھوں بیچا تو ڈوگروں نے ہر ممکن ظالمانہ طریق سے مسلمانوں کا استیصال کیا۔ان دلفگار حالات میں اکثر کشمیری مسلمانوں نے اُتری جانب پنجاب کا رخ کیا۔ چنانچہ ابا جی کا خاندان 1875 کے لگ بھگ ہجرت کر کے کچھ موضع چک سدے اور کچھ موضع سیان، ضلع سیالکوٹ میں آباد ہو گیا۔

ابا جی 1898ء میں محترم امیر خان صاحب اور محترمہ حسین بی بی صاحبہ کے ہاں موضع چک سدے تحصیل ڈسکہ میں پیدا ہوئے۔آپ کا ننھیال وڈالا ضلع سیالکوٹ میں تھا۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں، اپنی والدہ کی اکیلی اولاد تھے۔ والد صاحب کاروبار کے سلسلے میں برما چلے گئے۔اور ابا جی اپنی پھوپھی محترمہ عمر بی بی صاحبہ کی تربیت میں آ گئے، جو راسخ العقیدہ عابدہ زاہدہ اور نیک دل خاتون تھیں۔انہوں نے اپنے بھتیجے کو اپنی اولاد کی طرح پالا پوسا اور نہایت ہی احسن طریق پر آپ کی تربیّت کی۔ چنانچہ ابا جی بچپن ہی سے نہایت صاف ستھری عادات کے باعث خاندان بھر میں معزز جانے جاتے تھے۔آپ کو جھوٹ، فریب سے نفرت تھی۔کم گو اور باقاعدہ عبادت گزار تھے۔بیان کیا کرتے تھے کہ چھوٹی عمر میں جب نماز پڑھتے، تو نماز کی رکعتوں کی تعداد کا علم نہیں تھا، ایک رکعت پڑھ کر بھاگ کر پھوپی سے پوچھ کر آتے'' اور کتنی رکعتیں پڑھوں؟'' اس طرح نماز پوری کرتے۔

ایک دفعہ بچپن میں گاؤں کے دوسرے بچوں کے ساتھ سکول سے گھر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں آندھی اور طوفان نے آ لیا۔اچانک اندھیرا چھا گیا۔ایک لڑکے نے اندھیرے میں ہوا میں جھولتے ہوئے درخت کو بھوت خیال کرتے ہوئے اپنی درانتی اس میں گھونپ دی۔گھر میں جب اس واقعے کا علم پھوپھی صاحبہ کو ہوا۔تو طوفان تھمنے پر انہوں نے بچوں کو ساتھ لیا، اور واقعے کی جگہ پر لے گئیں، اور بچوں کو دکھایا کہ درانتی درخت کے تنے میں لگی ہوئی تھی۔اس طرح بچوں کو یقین دلایا، کہ جن بھوت کا کوئی وجود نہیں۔اسی طرح بچوں کو ملاں ملانوں کے ہتھ کنڈوں، اور تعویز گنڈے کی حقیقت سے آگاہ کر کے ان کے دل میں ان کاموں سے نفرت پیدا کر دی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال شفقت اور مہربانی سے توہمات سے نفرت اور خدا تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر یقین پیدا کرنے کے لئے آپ کی پھوپھی مرحومہ کو بچپن ہی سے ذریعہ بنا دیا۔جبکہ ابا جی کے خاندان کے اکثر لوگ بے راہ رو اور پیری فقیری میں غلطاں تھے اور بعض تو اب تک ہیں۔

آپ جہاں جاتیں اپنے ساتھ ابا جی کو رکھتیں، اور ہر طرح سے تربیت کا خیال رکھتیں، نمازوں اور تہجد کے لئے ہوشیار کرتیں۔اس طرح بزرگ کی زیرِ تربیت رہنے کے باعث ابا جی میں بچپن سے ہی نیکی بدی کا شعور پیدا ہو گیا تھا۔آپ اپنے کزنوں کے باہمی اختلافات بڑی خوش اسلوبی سے نمٹا دیا کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت

ابا جی نے ابتدائی تعلیم پرائمری سکول موضع وڈالا ضلع سیالکوٹ میں حاصل کی۔آپکی والدہ مرحومہ کے زیورات بیچ کر نامساعد حالات کے باوجود آپکی پھوپھی مرحومہ نے اپنی نگرانی میں آپکی تعلیم جاری رکھنے کا اہتمام کیا۔گاؤں میں سکول نہیں تھا ابا جی تین کوس چل کر موضع وڈالا کے سکول میں پڑھنے آتے جاتے۔مڈل کا امتحان گوجرانوالہ

ہائی سکول سے ہوسٹل میں رہ کر پاس کیا۔سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد نوکری کی تلاش ہوئی، اسوقت مختلف حکومتی اداروں مثلاً پولیس، پٹواری، کلرک وغیرہ میں آسانی کے ساتھ نوکریاں دستیاب تھیں۔مگر ابا جی نے نوکری میں دو چیزوں کو مدِ نظر رکھا، جس میں رشوت کا کم سے کم امکان ہو، اور نماز پڑھنے کا موقع مل سکے۔اس دوران جنگِ عظیم اول شروع ہوگئی تو آپ ابتدائی میڈیکل کا امتحان پاس کر کے فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جنگ کے بعد کساد بازاری کے دوران کچھ عرصہ گاؤں میں عزیز رشتہ داروں کا کھیتی باڑی میں ہاتھ بٹاتے رہے۔پھر آپ نے وٹرنری سکول لاہور میں داخل ہو کر وظیفہ حاصل کیا۔کفایت سے خرچ کرتے اور ہر ماہ وظیفہ کی رقم سے بچت بھی کر لیتے، جبکہ دوسرے طالب علم گھر سے کافی خرچہ لینے کے باوجود مہینے کے آخری دنوں میں لوگوں سے ادھار مانگ کر گزارہ کرتے۔

شادی

آپ آٹھویں کے طالب علم تھے کہ آپکی شادی پھوپھی زاد حسینہ بی بی صاحبہ سے کردی گئی۔جس کے بطن سے آپ کے دو بچے پیدا ہوئے۔جو ماں کے ساتھ وبائی بیماری کی نظر ہو گئے۔ دوسری شادی آپکی دوسری پھوپھی زاد عائشہ سے ہوئی جو ہماری والدہ تھیں۔جن سے اللہ تعالیٰ نے آپکو دس صحت مند بچوں سے نوازا، الحمدللہ۔

ملازمت

آپ نے وٹرنری کالج لاہور سے گریجوایشن کیا اور ڈاکٹر کے طور پر اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ابا جی کی خواہش کے مطابق ایسے محکمے میں آپکو ملازمت ملی جہاں آسانی سے رشوت سے بچا جاسکتا تھا، اور نماز کے لئے کافی وقت مل جاتا تھا۔آپ پنجاب کے مختلف ہسپتالوں خانقاہ ڈوگراں، شاہ کوٹ (سانگلہ ہل)، کیمل پور، حافظ آباد، بھام اور کالے افغاناں وغیرہ میں 40 سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ ہر جگہ خوش اسلوبی اور نیک نامی سے کام کیا، آپ جہاں جاتے ایک قابل اور فرض شناس ڈاکٹر کے طور پر یاد رکھے جاتے۔آپ کا معمول تھا جس ہسپتال میں تعیناتی ہوتی repairing grant سے ہسپتال اور عملے کی رہائش گاہوں کی مرمت کرواتے۔ٹوٹے پھوٹے فرنیچر کی جگہ نیا ساز و سامان مہیا کرتے۔آپ کی ایمانداری اور حسنِ خُلق کے باعث افسران اور عملہ آپ کی عزت کرتا، کیونکہ آپ ہر محکمانہ کام خوش اسلوبی اور معاملہ فہمی سے سرانجام دیتے تھے۔

قبولِ احمدیت

ابا جی اپنی پھوپھی مرحومہ کی نیک تربیت کے باعث اوائل عمر سے ہی عبادت گزار، متقی اور پرہیزگار تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ دیہات میں وبائیں عام تھیں۔طاؤن، ہیضہ اور چیچک سے خاندانوں کے خاندان صاف ہوتے چلے جاتے تھے۔آپ کے اکثر رشتہ دار کسی نہ کسی پیر کی ارادت میں تھے۔مگر نیک تربیت کے باعث ابا جی بچپن ہی سے مولوی ملانوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ابا جی بیان کیا کرتے تھے اُس وقت کے دگرگوں حالات کو دیکھ کر عام لوگ مسیحِ دوران کی آمد کے منتظر تھے۔

ابا جی کو صحیح تلفظ کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھنے کا شوق تھا۔اکثر مسنون عبادات، دعاؤں اور قرآنِ حکیم کی تلاوت میں منہمک رہتے، آپ کے اکثر رشتہ دار آپ کے بارے میں فکرمندی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے:

''خیرالدین اچھا بھلا عقلمند آدمی ہے، لیکن بے پیرا ہے، ڈر ہے کہیں عیسائی نہ ہو جائے!''

آپ کے تقویٰ طہارت کے باعث ملازمت کے دوران جہاں جاتے وہاں امام الصلوٰۃ کے فرائض آپ کے سپرد ہوتے۔نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا تکرار کرتے، اور دعاؤں میں رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا۔۔۔کا ورد سے تکرار کرتے۔اپنے ماحول میں بچوں کو قرآنِ کریم پڑھانے کا فریضہ بڑے شوق سے ادا کرتے۔قرآنِ کریم کی تلاوت بڑی احتیاط کے ساتھ صحیح مخرج سے کرتے تھے۔آپ کو صفائی اور طہارت کا خاص طور پر خیال رہتا، مسجد جاتے وقت خاص طور پر کپڑے بدل کر جاتے۔وضو بڑے اہتمام اور اطمینان سے کرتے۔نماز بڑے انہماک اور توجہ سے ادا کرتے تھے۔

ابا جی نے ڈاکٹر کی حیثیت سے سروس کا آغاز پنڈی بھٹیاں ضلع حافظ آباد سے کیا تھا۔جہاں مکرم میاں مراد خان صاحب والد ماجد مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم سے واقفیت ہوئی۔خان صاحب مرحوم ڈاکٹر صاحب کے پاس ہر روز اخبار الفضل کا شمارہ چھوڑ جاتے۔ڈاکٹر صاحب اخبار کو کسی پیر فقیر کا پروپیگنڈا خیال کرتے ہوئے ہاتھ نہ لگاتے۔دوسرے آنے والے لوگ اخبار کا مطالعہ کرتے۔ایک دن ابا جی نے جرأت کر کے اخبار کھول کر پڑھنا شروع کیا تو باتیں دل کو لگیں، پھر تو سب سے پہلے خود الفضل پڑھتے۔ابا جی جستہ جستہ جماعت احمدیہ کے عقائد سے تو متعارف ہو چکے تھے مگر احتیاط آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی۔

اسی دوران ایک عجیب واقعہ ہوا جس نے احمدیت قبول کرنے کی راہ ہموار کر دی۔ایک دن جب ابا جی عصر کی نماز پڑھا کر فارغ ہو کر ہسپتال کے احاطے میں بڑ کی

چھاؤں میں اپنا دفتری کام کر رہے تھے۔ ایک معزز بزرگ سلام دعا کے بعد نماز پڑھنے کے لئے ساتھ ہی مخصوص چبوترے پر نماز میں مشغول ہو گئے۔ بزرگ نو وارد کو خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے دیکھ کر ابا جی انکی طرف متوجہ ہوئے۔

نماز کے بعد نو وارد سے تعارف ہوا آپ کا نام حکیم محمد صدیق اور جائے مسکن قادیان تھا۔ ان دنوں میری امی بیمار تھیں۔ ابا جی نے حکیم صاحب سے دعا کی درخواست کی۔ حکیم صاحب نے دعا کے ساتھ استعمال کے لئے دوا کی ایک پڑیا دی، دوسری خوراک کے لئے جلد آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوئے۔ جاتے ہوئے کتاب ''تریاق القلوب'' میز پر چھوڑ گئے۔ ابا جی کو مطالعہ کا شوق تو تھا ہی مگر قابلِ قدر مواد نہیں ملتا تھا سوائے عام اخبارات کے جن سے ملکی اور غیر ملکی خبروں کا پتہ چلتا رہتا۔ ابا جی جیسے جیسے کتاب پڑھتے جاتے مصنف کے طرزِ استدلال سے متأثر ہوتے جاتے۔ جلد کتاب ختم کر لی، کتاب کے مصنف کے بارے میں مزید معلومات کی جستجو ہوئی، شدت سے حکیم صاحب کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ حکیم صاحب تو پہلے ہی گیلی لکڑی کے پاس سلگتا ہوا انگارہ چھوڑ گئے تھے، سلگی آگ کی بھڑک دیکھنے کے لئے جب کچھ دن بعد تشریف لائے، تو ابا جی کو بے قراری سے منتظر پایا۔ اللہ کے فضل سے دوائی کی پہلی پڑیا کے استعمال سے میری امی صحت یاب ہو چکی تھیں۔ حکیم صاحب اپنے ساتھ مزید کتب لائے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کے بارے میں حکیم صاحب سے تبادلہ خیالات ہوا۔ حکیم صاحب سے معلوم ہوا کہ مسیح آخر الزماں کبھی کا آچکا ہے، اور اب اسکا دوسرا خلیفہ قادیان میں اُسکے مشن کو بڑھانے کیلئے شب و روز محنت کر رہا ہے۔ ابا جی نے احمدیت کو اپنے خیالات کے بہت قریب پایا اور فیصلہ کیا کہ قادیان کے قریب رہ کر مشاہدہ کرنا چاہئے۔

اس دوران قادیان کے قریب کالے پٹھانا گاؤں کے ہسپتال میں vacancy پیدا ہونے پر وہاں تبدیلی کرالی۔ جہاں احمدیوں سے ملاقات رہتی اور قادیان کے قریب رہ کر احمدیت کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ جلد ہی احمدیت کے بارے میں تشفی ہوئی۔ چنانچہ 1930 کے جلسہ سالانہ کے دوران حضرت المصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت نصیب ہوئی، الحمدُ للہ۔ بیعت کے بعد واپس ہوئے۔ کالے پٹھانا گاؤں کے کچی پکی اینٹوں سے تعمیر شدہ پرانی طرز کے مکانوں میں جہاں دن کے وقت بھی اندھیرا رہتا تھا وہاں اب سورج اور چاند کی کرنیں جگمگانے لگیں۔ اور ضدی روح کی ایڑیاں رگڑنے سے آبِ زم زم کے سوتے پھوٹ پڑے، اور ایک فرشتہ صفت ابنِ آدم نے سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے وقت کے آدم کے سامنے اطاعت کا سجدہ کر دیا، الحمدللہ تعالیٰ۔ ہماری والدہ یہ کہتے ہوئے '' کہ آپ نے کبھی کوئی بات غلط نہیں کی'' فوراً بیعت کر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابا جی کے خاندان کے اکثر افراد احمدیت میں داخل ہو گئے۔ آپ نے اپنے دونوں سوتیلے بھائیوں نذیر احمد بٹ اور بشیر احمد بٹ کو بہت تبلیغ کی اور انہیں پڑھانے کے لئے بڑی کوشش کی مگر وہ اس نعمت سے محروم رہے۔

خدا تعالیٰ نے انسانی حواسِ خمسہ کی عطا کا ذکر اپنے خاص انعام کے طور پر فرمایا ہے۔ ابا جی کی قدرتی طور پر شروع سے ہی قوتِ شامہ نہیں تھی۔ اس کے باوجود خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے آپ گلشنِ احمد میں کھلے ہوئے گلِ رعنا کی باس پر فریفتہ ہو کر دیوانہ وار لبیک کہتے ہوئے دل و جان سے فدا ہو گئے۔ ابا جی کی قبولِ احمدیت کی خبر جب کالے پٹھانا گاؤں میں مشہور ہوئی۔ کئی دن گاؤں کی عورتیں اکٹھی ہو کر والدہ سے افسوس کرنے آتی رہیں۔ اور کہتیں '' ڈاکٹر صاحب تو نیک آدمی ہیں انہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے''۔ ہماری والدہ انہیں سمجھاتیں کہ مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق امام مہدی کو مانا ہے۔''

احمدیت قبول کرنے کے بعد ابا جی کو اکثر سچے خواب آتے، آپ اخلاص میں بڑھتے چلے گئے۔ اور جلد ہی نظامِ وصیت میں شمولیت اختیار کر لی۔ تحریکِ جدید کی پانچ ہزاری فوج میں شامل ہوئے۔ اور ہر تحریک میں حصہ لیا۔ اپنے بیٹے امتیاز احمد بٹ کو فرقان فورس میں بھجوایا۔ ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے سارے بچوں کے ساتھ جلسے پر جاتے۔ اتفاقاً ایک سال نہ جاسکے، تو اگلے سال جلسہ پر ملاقات کے دوران حضرت مصلح موعودؓ نے گزشتہ سال نہ آسکنے کی وجہ دریافت فرمائی، تو ابا جی نے عرض کیا سب بچے خسرہ سے بیمار تھے اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ حضور کی دعا کی برکت سے پھر کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

جب ابا جی کی ٹرانسفر بڈھے گھورایا ضلع سیالکوٹ میں ہوئی، تو وہاں احمدیت کا نفوذ ہوا، اور کئی خاندان احمدیت میں داخل ہوئے۔ ابا جی نے گاؤں کے اکثر بچوں کو قرآنِ کریم پڑھایا آپ کے اس وقت کے کئی شاگرد جو دنیا بھر میں مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اب تک آپ کو تشکرانہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

بچوں کی تربیت

ابا جی کو بچوں کی تربیت کا خیال بہت رہتا۔ گھر میں با قاعدہ با جماعت نماز کا اہتمام رہتا۔ ہمیں قرآنِ شریف پڑھاتے، معانی سمجھاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی ایک کتاب کا درس ہوتا، ابا جی ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کے معانی کاپی پر لکھواتے جاتے اور مضمون سمجھاتے۔ ہر روز سونے سے پہلے نماز کا سبق دہراتے اور نماز پڑھنے

اور مسجد کے آداب بتاتے۔

ابا جی کو بیٹوں اور بیٹیوں کی تعلیم وتربیت کا خیال رہتا ۔ ہمیں اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اور ہم بہنوں کو گھریلو استعمال میں آنے والی عام ادویات کے نام اور استعمال کے بارے میں نوٹس لکھواتے ، جن میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا، اور اکثر ہمارا امتحان لیتے رہتے۔ گھریلو فرسٹ ایڈ کے متعلق ہدایات دیتے۔

جس جگہ ٹرانسفر ہوتی کوشش ہوتی لڑکیوں کے سکول اور کالج کے قریب مکان لیں۔ کہا کرتے تھے لڑکے تو سائیکل وغیرہ پر آ جاسکتے ہیں۔ چنانچہ قادیان میں محلّہ دار العلوم اور پھر ربوہ میں دارالصدر شمالی میں مکانات کی تعمیر کروائی جہاں سے لڑکیوں کے سکول کالج قریب تھے۔ شام کے وقت سکول کا کام کرنے میں ہماری مدد کرتے۔

بچوں کی دینی اور معاشرتی تربیت کے ساتھ ساتھ حفظانِ صحت کے اصولوں سے بھی آگاہ کرتے رہتے۔ ہر شام بچوں اور بڑوں کے لئے عمر کے لحاظ سے چھوٹی، بڑی، موٹی اور نرم مسواکیں مہیا کرنے کا اہتمام ہوتا تھا۔ گھر میں گائے یا بھینس مستقلاً رہتی تھی۔ اسی طرح مرغیاں ہمیشہ رہیں۔ بازار سے کھانا کھانے کو سخت ناپسند کرتے۔ قادیان میں شام کے وقت ایک دہی بھلے بیچنے والا آیا کرتا تھا۔ گلی محلے کے بچے کٹورے تھالیاں لئے خریدنے دوڑے چلے آتے۔ ایک دن جبکہ میں اپنے گھر کے باہر کھیل رہی تھی، وہاں سے گزرتے ہوئے اس نے ہمارے گھر کی طرف اشارہ کرکے کہا اس گھر والوں نے کبھی دہی بھلے نہیں خریدے۔

ابا جی اپنے مالی معاملات کا باقاعدہ حساب کتاب رکھتے، اور گھریلو خرچ، لین دین کے معاملات، اور بچوں کی پیدائش کی تواریخ، امتحانات، شادیوں پر خرچے وغیرہ کا ریکارڈ اپنی ڈائری میں محفوظ رکھتے۔ جب کبھی ہمیں ضرورت پڑتی ابا جی کی ڈائری ہمارے بہت کام آتی۔

موسمی پھل بچوں میں تقسیم کے لئے خود حصے بناتے، کبھی بڑے سے اور کبھی چھوٹے سے ابتدا کرتے۔ اسطرح ہر بچہ خوش ہوجاتا۔

جب ابا جی کی تبدیلی قادیان کے قریب بھام ہسپتال میں ہوئی تو ہمیں دارالبرکات شرقی میں کرائے کے مکان میں رکھا اور خود سائیکل پر ڈیوٹی پر جاتے۔ دارالعلوم میں زمین خرید کر مکان کی تعمیر شروع کی۔ ہم موسمِ گرما کی چھٹیاں بھام گزارتے جہاں ابا جی ہمیں ہر روز نہر پر لے جاتے۔ راستہ بارش کے باعث دشوار گزار ہوتا، راستے میں سن کے کھیت کے پاس گزرتے وقت سن کے گھنگروؤں کی آواز ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں بھلی لگتی۔ عجب خدا تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ ہوتا۔ دور کھیتوں میں تیتر کی ''سبحان تیری قدرت'' کا بلارا اور کبھی کبھی کھیتوں میں مور کے سنہرے پروں کی جھلک اور درختوں پر کوئیل کی کوکو بہت اچھی لگتی۔ نہر میں ہم خوب ڈبکیاں لیتے۔ مچھلی اور مگر مچھ کا کھیل کھیلتے۔ اور خوب مزا رہتا۔ ابا جی نے ہمیں پکڑ کر یہاں تیرنا سکھایا۔

قادیان اور اسکے نواح کے ماحول کا جنت نظیر نظارہ اور ابا جی اور بہن بھائیوں کا ساتھ، مجھے سالوں بعد جرمنی میں دریائے مائین کے کنارے سیر کرتے ہوئے، کینیڈا میں شہرہ آفاق نیاگرا آبشار کا نظارہ کرتے ہوئے اور فلاڈلفیا میں Delaware دریا کے کنارے سی گلز (sea gulls) کو آسمان کی بلندیوں سے سیدھے پانی کی گہرائیوں میں کودتے دیکھ کر بھی نہ بھولا، ان خوش منظر مقامات میں بھی اُس متبرک ماحول کی یاد سے ہمیشہ میری آنکھیں دھندلا جاتی رہیں۔ اور اپنی خوش قسمتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتی رہی کہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے منظر میں مسیحائے وقت علیہ السلام کی بستی کے پاکیزہ ماحول کی برکات جہاں میں گئی میرے ساتھ ساتھ رہیں۔ الحمدللہ۔

معاملہ فہمی

ابا جی اپنے عقائد کو کبھی نہ چھپاتے، محکمے میں سب کو پتہ تھا کہ آپ احمدی ہیں اور آپ کی ایمانداری اور صاف گوئی کے باعث سب آپکی عزت کرتے۔ جس ہسپتال میں تبادلہ ہوتا پہلے آپکی نیک نامی جاتی۔ آپکی رہائش خواہ ہسپتال میں ہوتی یا محلّہ میں سب ہمسائے آپ کے حسنِ خُلق کے باعث آپکے گرویدہ ہوتے۔

خانکاہ ڈوگراں میں ڈاکٹر کے کوارٹر کے عقب میں ایک ملنگ ساری رات اللہ اللہ کا جاپ بلند آواز میں کرتا رہتا، اور صبح نماز کے وقت سویا رہتا۔ اردگرد کے لوگ سخت بیزار تھے۔ ابا جی نے منع کیا مگر باز نہ آیا اور کہا تمہیں اللہ اللہ کا ورد برا لگتا ہے؟ اگلی صبح ابا جی نے جا کر سوئے ہوئے ملنگ پر سے چادر کھینچ کر کہا اٹھو اب اللہ اللہ کرنے کا وقت ہے نماز پڑھو! ملنگ شرمندہ ہوا اور اپنے عمل سے باز آ گیا۔ اسی طرح کا واقعہ حافظ آباد میں بھی پیش آیا۔ ہسپتال کے پاس مٹھائی کی دکانیں تھیں جہاں آدھی رات تک مٹھائی بناتے وقت کارندے نعتیں اور گانے گاتے رہتے اور صبح تک سوئے رہتے۔ محلے والے سخت تنگ تھے۔ ابا جی نے ایک دن مسجد کے مولوی کو ساتھ لیا اور سوئے ہوؤں پر سے چادریں کھینچ کھینچ کر کہا۔ اٹھو اٹھو نماز کا وقت ہے۔ اس طرح دو تین دن کے عمل سے محلے والوں کو سکھ اور چین نصیب ہوا۔

1953 کے فسادات کے دوران ہم حافظ آباد میں تھے۔ ابا جی دورے پر گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو ملانوں کے جلوس کو گھر کے دروازے پر پایا۔ اس وقت مولوی اونچی آواز میں ہمیں دھمکا رہے تھے کہ تم ہماری کشمیری بہنیں ہو اپنے والد کو کہو کہ

کلمہ پڑھ لے ورنہ یاد رکھو، ہم بڑے بُرے لوگ ہیں ۔۔۔وغیرہ۔ ابا جی تھانے پہنچ گئے۔ تھانے دار اور سپاہیوں کو ساتھ لے آئے۔ جلوس پر تھانیدار کی وارننگ کا تو کوئی اثر نہ ہوا، آخر ایک دو ہوائی فائروں سے شرارتی لوگ چشمِ زدن میں تتر بتر ہو گئے۔

ربوہ میں رہائش

ابا جی 1956 میں حافظ آباد، ضلع گوجرانوالہ سے Deputy Director Animal Husbandry پنجاب کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ 1954 میں محلّہ دارالصدر شمالی میں ہمارا مکان بن گیا تھا اور ہم ربوہ کے مختلف سکولوں اور کالجوں میں داخل ہو چکے تھے۔ ابا جی نے وقت گزاری کے لئے گولبازار میں بٹ میڈیکل سٹور کی ابتدا کی۔ ان دنوں آپ کے سوا ربوہ اور گردونواح میں Animal Husbandry کا کوئی اور ڈاکٹر نہیں تھا۔ چنانچہ لوگ دور و نزدیک کے گاؤں سے آپ سے مشورہ لینے آتے رہتے تھے۔ بلدیہ ربوہ کی درخواست پر آپ کئی سال ربوہ کے مذبح خانے کے نگران کا بلا معاوضہ فریضہ نہایت دیانت داری کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ اسی طرح کئی سال جلسہ سالانہ کے دوران ذبح ہونے والے جانوروں کی صحت اور گوشت کی صفائی ستھرائی کی نگرانی بھی آپ کے سپرد رہی۔

خلافتِ احمدیہ سے اخلاص

ابا جی نے قادیان میں محلّہ دارالعلوم میں جب مکان کی تعمیر شروع کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے مکان کی بنیاد رکھنے کی درخواست کی، حضور نے از راہِ کرم تشریف لا کر بنیاد رکھی اور دعا کروائی۔ ابا جی کی پھوپھی مرحومہ (جو اب بہت بزرگ ہو چکی تھیں، اور بیعت کے لئے خود حاضر نہیں ہو سکی تھیں) اس موقعہ پر حضور کی زیارت سے فیض یاب ہوئیں۔

ابا جی کئی سال قادیان کے نزدیک بھام میں وٹرنری سنٹر کے انچارج رہے۔ قادیان اور اس کے گردونواح میں آپ اکیلے وٹرنری ڈاکٹر تھے۔ خاندان حضرت مسیحِ موعودؑ اور دوسرے احباب کے جانوروں کے علاج کے سلسلہ میں آپ مشورہ اور مدد کرتے رہتے تھے۔ اسطرح احباب جماعت سے قریبی روابط قائم تھے۔ ہر سال موسمِ گرما میں حضرت اماں جانؓ اور نواب صاحب کی طرف سے از راہِ محبت آپ کے لئے آم اور دوسرے پھلوں کا تحفہ آیا کرتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ سے شفقت کا سلوک فرماتے۔ ابا جی مزے سے بیان کیا کرتے تھے کہ ایک دن میں سیر کے لئے احمد نگر کی طرف کچے راستے پر جا رہا تھے، پیچھے آتی ہوئی گاڑی کا شور سن کر میں مڑے بغیر ایک طرف ہو گیا، مگر میں نے محسوس کیا کہ گاڑی پھر میرے پیچھے ہے، میں نے پیچھے دیکھے بغیر تیز چلنا شروع کیا۔ میں کبھی اِدھر، کبھی اُدھر ہوتا مگر گاڑی تھی کہ پیچھا چھوڑتی ہی نہیں تھی۔ آخر کار گاڑی میرے برابر آ کر رک گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ گاڑی سے مسکراتے ہوئے اترے اور فرمایا: ڈاکٹر صاحب، آخر آپ کو ہم نے پکڑ ہی لیا!

ابا جی ہمیں احمدیت کی برکات سے آگاہ کیا کرتے اور خلافت کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے۔ ہر سال رمضان کے دوران کپڑے اور صندوق تک حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔ کوشش سے غرباء خاص طور پر طلباء کی مدد کرتے۔ اسی طرح اپنے غریب رشتہ داروں کی باقاعدگی کے ساتھ مالی امداد کرتے۔ آپ نے سوتیلے بھائیوں کی تعلیم کے لئے ہزار جتن کئے مگر وہ گاؤں چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے پھر بھی ابا جی نے ان سے رابطہ قائم رکھا اور انہیں امدادی رقم باقاعدہ منی آرڈر کے ذریعے بھجواتے۔ کپڑے کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں سلواتے، جن میں ہر ماہ کچھ ریزگاری محلے کے غرباء اور بیواؤں میں تقسیم کے لئے بھجواتے۔

ہماری والدہ محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ کی 1977 میں ناگہانی وفات ہم سب کے لئے شاک سے کم نہ تھی۔ ابا جی نے یہ صدمہ خدا تعالیٰ پر کامل توکل کرتے ہوئے بڑی ہمت سے برداشت کیا، بلکہ آپ کے مشفقانہ الفاظ نے ہم غمزدہ بہن بھائیوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دی۔ آپ تسلی دیتے وقت سورہ البقرۃ کی آیت 158 ’’وہ لوگ جنہیں جب کوئی مصیبت آلیتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور اُس ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں‘‘ پڑھتے اور ہمیں صبر کی تلقین کرتے رہے۔

وفات

ابا جی اپنے ایک خواب کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جس میں آپ کو بتایا گیا تھا جیسے تمہاری زندگی کا پہلا حصہ والدہ کی وفات کی وجہ سے محتاط گزرا ہے ویسے ہی دوسرا حصہ اہلیہ کی وفات کے باعث محتاط گزرے گا۔ آپ کا زیادہ وقت لاہور میں گزرتا۔ مہینہ دو مہینہ بعد ربوہ تشریف لاتے۔ آخر کچھ دن بیمار رہ کر 8 فروری 1985 کو لاہور میں وفات پائی، آپ کے گہرے دوست مکرم صوفی غلام محمد صحابی حضرت مسیحِ موعودؑ نے آپکا جنازہ پڑھایا۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ رحیم و کریم خدا تعالیٰ ابا جی کو جنت الفردوس میں بلند درجہ عطا فرمائے۔ اور ہم لواحقین کو ابا جی کے نقشِ قدم پر قائم رہتے ہوئے احمدیت اور خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆......☆

ساؤتھ ریجن امریکہ کی تبلیغی اور تربیتی سرگرمیاں

مولانا محمد ظفراللہ ہنجرا، مربی سلسلہ ساؤتھ ریجن امریکہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں میں سے ایک کام اسلام کی اس سچی حقیقی تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کو دنیا کے سامنے رکھنا تھا۔

آپ نے اسلام اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعلیم دنیا میں پیش کی، کتابیں لکھیں، اشتہارات لکھے، مباہلے کے چیلنج دیئے اور اسلام اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے۔ اس کے نتیجے میں غیر تو کیا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ مسلمان بھی آپ کے مخالف ہو گئے۔

1883 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔ ’’اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا‘‘ (تذکرہ صفحہ81)۔ ہر زمانے میں ہم نے اس الہام کو پورا ہوتے دیکھا اور دیکھتے رہیں گے لیکن اس دور میں ایک اور شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے۔

ایک اعتراض جو آپ کے زمانے سے چلتا آ رہا ہے کہ آپ نے تلوار کے جہاد کے عقیدے کو حرام قرار دے دیا حالانکہ اس اعتراض کا جواب بڑے طریقوں سے دیا گیا کہ اسلام جبر اور بزور شمشیر نہیں پھیلا بلکہ ہمیشہ اخلاق اور حسین تعلیم کی وجہ سے اسلام نے دلوں پر حکومت کی ہے اور یہی حسن اور اخلاق ہی آئندہ غالب آئیں گے۔

لیکن گزشتہ سالوں میں خصوصاً 9/11 کے واقعہ کے بعد اس اعتراض کے جوابات مسلمان علماء وہی دینے لگ گئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیئے تھے اور جماعت احمدیہ ہمیشہ سے دیتی رہی ہے اب امریکہ میں خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ظاہر ہو رہی ہے اور اب اس سچائی کو جسے 100 سال قبل پیش کیا گیا تھا ’مخالفِ احمدیت بھی ماننے پر مجبور ہو چکا ہے۔

وفات مسیح کا عقیدہ بھی اب ٹیلیویژن اور انٹرنیٹ کے ذریعے مسلم علماء کی طرف سے ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے وہ دن دُور نہیں جب مخالفین اس صداقت کو تسلیم کر لیں گے۔ ہاں ضرورت ہے کہ ہم اس فریضہ کو دینی خدمت سمجھتے ہوئے ادا کرتے جائیں۔ باقی خدا کا کام ہے وہ زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔

اسلام پر اعتراضات تو شروع دن سے چلے آ رہے ہیں لیکن ان دنوں میں اسلام کو سب سے زیادہ نقصان آج کل کے نام نہاد علمائے دین نے پہنچایا اور میڈیا نے جس طرز میں اس کو ہوا دی ہے اسی سے اسلام کے خلاف نفرت اور عداوت پیدا ہو چکی ہے اور خصوصاً اسلامی تعلیم کے خلاف قوانین نے اور اس سے متعلقہ علماء کے کردار نے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کو ایک دہشت گرد کے طور پر پیش کر دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب برٹش حکومت کے عادلانہ نظام اور مذہبی آزادی کی تعریف کی تو علماء نے اس کو بھی ایک اعتراض کے طور پر پیش کیا اور آج مسلمان ممالک کے افراد امن وسکون اور اچھے روزگار اور تعلیم کے لئے ان ملکوں کا رُخ کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم ان ملکوں کے قوانین کے پابند ہونگے۔ اس پر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر یاد آتا ہے

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار

جب سے حضور اقدس کی طرف سے پمفلٹ کی تقسیم کا ارشاد ہوا ہے اس سے امریکہ کی جماعتوں میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہو چکی ہے۔ انصار، خدام، اطفال اور لجنات نے بھی خواتین تک پیغام پہنچانے میں سبقت لینی شروع کر دی ہے۔

وہ جو پہلے دعوت الی اللہ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ دلائل یا علم نہ ہونے کا بہانہ بنایا کرتے تھے وہ بھی اس پمفلٹ کو ہاتھ میں لے کر تقسیم کر کے آجاتے ہیں۔ بسا اوقات اس تبلیغی سرگرمی کے دوران عوام کی طرف سے پمفلٹ کے علاوہ بھی بات چیت ہوتی ہے، مزید سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ احمدی داعیانِ الی اللہ اپنے علم کے مطابق ان پوچھے جانے والے سوالات کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، بہتر طور پر جواب دینے کیلئے مزید معلومات حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اپنے علم میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہر احمدی کے’ جو کہ خلیفۂ وقت کے تبلیغی مشن کا داعی الی اللہ بن چکا ہے‘ بہت سارے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات پیش آتے ہیں۔ بعض اوقات انہیں ڈرایا دھمکایا گیا کہ ان گلیوں میں ایسے پمفلٹ تقسیم نہ کریں اور کبھی پولیس کو بلا کر ڈرایا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سے علاقوں میں ان کی محنتوں اور خلوص وجذبہ کو سراہا گیا۔ بعض مسلم حضرات نے اس کارِ خیر کو حصولِ ثواب کا ذریعہ سمجھ کر‘ خود پمفلٹ

لے کر تقسیم کرنا شروع کر دیا ہے۔

بعض جماعتوں میں اس تبلیغی مساعی کے علاوہ، بین المذاہب کانفرنسوں کے انعقاد سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں باہمی محبت اور رواداری کی فضا پیدا کی جارہی ہے۔ اس باہمی موافقت کی تعلیم ہمیں بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآرا تصنیف ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' میں بھی ملتی ہے۔ دعوت الی اللہ کے اس طریق سے نہایت شاندار نتائج سامنے آرہے ہیں۔ آج انہی دو امور کے متعلق جنوبی ریجن میں ہونے والی مساعی کا تذکرہ ہے جس میں خدا کے فضل سے ہر جماعت مصروفِ عمل ہے۔ اللہ سب کی مساعی میں برکت ڈالے اور نیک نتائج سے نوازے، آمین۔

جماعت Tulsa ٹلسہ

یہ امریکہ کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے جس کے افرادِ جماعت تین ریاستوں میں کئی گھنٹوں کی مسافتوں پر رہتے ہیں اور بعض اوقات ایک جگہ پر ملنا اور میٹنگ کرنا بھی بہت بڑی قربانی کا تقاضا کرتا ہے لیکن پھر بھی حسبِ استطاعت تبلیغی اور تربیتی امور کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔ گزشتہ مہینوں میں یہ جماعت دو بین المذاہب کانفرنسز کروا چکی ہے۔

یومِ پیشوایانِ مذاہب

12 نومبر بروز جمعہ شام ساڑھے تین بجے سے ساڑھے پانچ بجے تک یونیورسٹی آف آرکنساس کے Multicultural Center میں الاسلام سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جس کی صدر صبا نسیم صاحبہ ہیں' نے مختلف مذاہب ہندو، یہودی، عیسائی اور بدھ مت کے مقررین نے اپنے اپنے پیشوائے مذہب کے متعلق تعارف نامہ پیش کیا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے مکرم یحیٰی لقمان صاحب مبلغ سلسلہ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت، مکہ کا دورِ مصائب، صبر کا شاندار نمونہ اور دعاؤں کی تلقین کا ذکر کیا۔ آخر پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ کا حسین تذکرہ کیا گیا کہ جس طرح اسلام کی تعلیم اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے نمونہ نے ان کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کیا اور وہ صرف محبت اور پیار کی تلوار تھی جس نے دلوں کو گھائل کر لیا اور آج بھی دلوں کو تبدیل کرنے کیلئے عمدہ اخلاق ہی انقلاب انگیز ثابت ہونگے۔ سامعین نے اس پروگرام کی کامیابی پر صدر جماعت ٹلسہ کی کوششوں کو سراہا اور آئندہ بھی ایسے پروگرام کرنے کی طرف توجہ دلائی جس سے محبت، رواداری اور باہم اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہو۔ آخر پر مہمانوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور ریفریشمنٹس سے تواضع کی گئی۔ اس موقعہ پر مختلف مذاہب سے وابستہ 90 کے قریب افراد موجود تھے۔

انٹر فیتھ میٹنگ بر موقعہ عیدالاضحیٰ

19 نومبر جماعت ٹلسہ کے صدر مکرم حمید نسیم صاحب نے ایک اور انٹر فیتھ پروگرام ترتیب دیا جو کہ ایک مقامی چرچ St. Paul Episcopal کے Main Parish Hall میں منعقد کیا گیا، اس کا بنیادی مقصد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کا تذکرہ تھا۔ اس کی صدارت مکرم صدر صاحب نے کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کی تفصیل اور انٹر فیتھ میٹنگ کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا۔ مقامی مسجد کے جنرل سیکرٹری مکرم علی صدیقی صاحب نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت اور وفاداری کے مضمون کو تفصیل سے بیان کیا۔ اور اس طرح دوسرے مذاہب کے نمائندوں کو بھی اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ خدا کے فضل سے یہ پروگرام جس میں 65 مہمان شامل ہوئے، بہت کامیاب رہا۔ ہر ایک نے جماعت احمدیہ ٹلسہ کی اس کوشش کو خراجِ تحسین پیش کیا، حسبِ روایت پروگرام کے اختتام پر ریفریشمنٹس کا انتظام تھا۔ ایسے پروگرام جہاں دعوت الی اللہ کے مواقع مہیا کرتے ہیں وہاں تعلقات میں وسعت اور تربیتی امور میں بھی مدد ومعاون ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ سب کام کرنے والوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے، آمین۔

جماعت New Orleans

New Orleans کا شمار بھی ایک چھوٹی جماعت کے طور پر ہوتا ہے جہاں افرادِ جماعت مختلف شہروں میں گھنٹوں کے دُوری پر آباد ہیں لیکن اس کے باوجود ہر ماہ باقاعدہ ملتے اور تبلیغی اور تربیتی امور سرانجام دیتے ہیں۔ اخلاص و وفا اور قربانی کرنے میں خدا کے فضل و کرم سے پیش پیش ہیں۔

New Orleans Downtown

10,9 دسمبر کو New Orleans جماعت نے شہر کے ڈاؤن ٹاؤن میں وسیع پیمانے پر پمفلٹ کی تقسیم کا پروگرام بنایا۔ اس مقصد کیلئے خاکسار مع مکرم مرزا مظفر احمد صاحب Houston سے New Orleans پہنچا۔ 9 دسمبر کو 3 بجے سے لے کر 6 بجے تک احباب جماعت کے ساتھ شہر میں پمفلٹ تقسیم کئے گئے، یہ شہر اس لحاظ سے بھی منفرد حیثیت کا حامل ہے کہ دنیا بھر سے سیاح یہاں آتے ہیں۔ 10 دسمبر کو دوسرے شہروں سے ڈاکٹر سفیر احمد صاحب، ڈاکٹر تنویر احمد صاحب اور فاتح احمد صاحب ایک طویل مسافت طے کر کے اس عظیم مقصد میں شامل ہونے کیلئے تشریف لائے۔ شدید سردی کے باوجود افرادِ جماعت نے نمازِ جمعہ کے بعد شہر کی متعدد گلیوں میں تبلیغی پمفلٹ تقسیم کئے۔ لوگوں نے ہماری اس کوشش کو سراہا اور خود بھی پمفلٹ کی تقسیم کار میں حصہ

لیا۔ بعض نے کہا کہ آپ بہت اچھا کام کررہے ہیں، ہم اس کی قدر کرتے ہیں لیکن آپ اُن مسلمانوں تک بھی امن کے اس پیغام کو پہنچائیں جو شرانگیز حرکات کر کے دُنیا کا امن تباہ کر رہے ہیں۔

Dallas جماعت

یہ جماعت بھی خدا کے فضل سے دعوت الی اللہ کرنے، پمفلٹ کی تقسیم اور لوگوں سے روابط بڑھانے میں نمایاں طور پر سبقت لے رہی ہے۔

انٹرفیتھ کافی ہاؤس

ڈیلس میں ہر دوسرے سوموار کو ایک کافی ہاؤس میں انٹرفیتھ میٹنگ ہوتی ہے۔ ڈیلس سے 3 افراد شمولیت اختیار کرتے ہیں اور جماعت احمدیہ کا نکتہ نظر اور اسلام کے متعلق سوالات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔

4 دسمبر کو ڈیلس جماعت کی خدام اور انصار کی ٹیم نے سالانہ پریڈ میں شمولیت کی اور ایک ٹیم نے Dart Station میں 4000 پمفلٹ تقسیم کئے اس میں خدام، انصار اور اطفال نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے علاوہ بھی باقاعدگی سے خدام اور انصار کی ٹیمیں اس کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہر ہفتہ ڈیلس میں غیر احمدیوں کی طرف سے ایک ریڈیو پروگرام ہوتا ہے۔ اس میں مکرمہ شہناز لطیف صاحبہ اہلیہ مکرم لطیف احمد صاحب شامل ہوتی ہیں اور جماعت احمدیہ کا موقف پیش کرتی ہیں اردو بولنے والوں کیلئے یہ بہت اچھا پروگرام ہے جو ہر ہفتہ 11 بجے سے 1 بجے تک Live نشر ہوتا ہے۔

ڈیلس تربیتی کیمپ

ڈیلس میں خدام اور اطفال کا ایک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا جس میں Houston سے بھی خدام نے شرکت کی کل حاضری 30 کے قریب رہی۔ یہ کیمپ 17 دسمبر سے 19 دسمبر تک جمعہ، ہفتہ اتوار تین دن تک جاری رہا۔ نماز باجماعت تہجد اور درس قرآن کریم کا باقاعدگی سے اہتمام ہوتا رہا۔ اس کے ساتھ واقفینِ نَو کی بھی والدین کے ساتھ ایک میٹنگ کا انتظام کیا گیا۔ مزید براں سپورٹس، سوال و جواب کی محفل اور خدام الاحمدیہ کی ماہانہ میٹنگ بھی اس کیمپ کا حصہ تھی۔

Houston

خدا کے فضل وکرم سے ہیوسٹن کی تین جماعتیں تبلیغی اور تربیتی سرگرمیوں میں ایک دوسرے سے خوب بڑھ رہی ہیں۔

Bryan and College Station

دونوں شہروں میں پمفلٹ کی تقسیم کے لئے مقامی افراد جماعت نے میئروں سے ملاقات کا وقت لیا ہوا تھا چنانچہ ایک جماعتی وفد نے ملاقات کی۔ جماعت کا تعارف اور شہر میں پمفلٹ کی تقسیم سے آگاہ کیا گیا۔ دونوں نے اس کوشش کو سراہا۔ باوجود سردی کے شہر میں پمفلٹ کی تقسیم کی گئی مقامی اخبار نے اگلے دن شہ سرخی سے اس خبر کو شائع کیا اور جماعتِ احمدیہ کی اس کوشش کی تعریف کی۔

لجنہ اماء اللہ ہیوسٹن ساؤتھ اور سائپرس ہیوسٹن

ان تنظیموں نے اپنی اپنی جماعتوں میں جلسہ سیرۃ النبی ﷺ کا انعقاد کیا اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو اجاگر کئے۔ تبلیغی نکتہ نظر سے غیر از جماعت خواتین کو بھی ان جلسوں میں مدعو کیا گیا۔

عیدالاضحیٰ

17 نومبر کو ہیوسٹن میں عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر غیر از جماعت حضرات کو بھی دعوت دی گئی پہلے کی طرح اس دفعہ بھی کھانے کا انتظام چودھری محمد یونس صاحب کی طرف سے تھا۔ اللہ تعالےٰ ان کے اموال ونفوس میں برکت ڈالے۔

انٹرفیتھ ڈِنر

4 نومبر کو ہیوسٹن انٹرفیتھ منسٹری کی طرف سے شہر میں ڈنر کے انتظام کا اعلان کیا گیا جس کے مطابق ہر میزبان کیلئے 10 مختلف مذاہب کے نمائندگان بطور مہمان مدعو کئے گئے۔ خاکسار نے بھی ایک ڈنر کا اہتمام اپنے گھر پر کیا اور اس طرح دیگر احمدی فیمیلیز نے بھی میزبانی کے فرائض ادا کئے اور بعض جگہوں پر احمدی بھی بطور مہمان مدعو تھے۔ جماعت کے تعارف اور تعلقات بڑھانے میں یہ ڈنر بہت مدد اور معاون ثابت ہوتا ہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر سال اس کا انتظام ہوتا ہے۔

Feast of Sacrifice and Thanksgiving

ساؤتھ ہیوسٹن جماعت نے 18 نومبر کو Hess Club میں انٹرفیتھ سمپوزیم کا پروگرام بنایا۔ خدا کے فضل اور تین جماعتوں کی محنت اور کوشش سے یہ پروگرام نہایت کامیاب رہا۔ صدر جماعت مکرم عامر ملک صاحب اور سیکرٹری تبلیغ شاہد احمد صاحب نے بہت محنت سے

اس کو منظّم کیا۔ عمائدینِ شہر، یونیورسٹی اور گورنمنٹ آفیشلز اور مذہبی لیڈران سے روابط کئے اور ماڈریٹر کے طور پر یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب کو دعوت دی۔ اس میں ہندو، یہودی، زرتشتی، عیسائی اور بدھ مذہب کے نمائندوں کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے مکرم ومحترم نسیم مہدی صاحب تشریف لائے اور آپ نے فلسفہ قربانی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام اور شکر کے مضمون کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہمیں تو ہرلحہ شکر کی تعلیم دی گئی ہے۔ اگر ہم شکر گزار بندے بنیں گے تو خدا ہمیں مزید نوازتا چلا جائے گا۔ ڈاکٹر عامر ملک صاحب نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور خاص طور پر ڈاکٹر نوری صاحب کا شکریہ ادا کیا جو کہ پاکستان سے امریکہ آئے ہوئے تھے اور اس پروگرام میں شامل ہوئے۔ آپ خدا کے فضل سے طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں خدمتِ انسانیت کی سعادت پا رہے ہیں۔

خدا کے فضل سے 200 کے قریب مہمانوں نے شرکت کی اور جماعت کی طرف سے مہمانوں کی خدمت میں ڈنر پیش کیا گیا۔ اس تقریب کو نہ صرف عیسائی، یہودی، ہندو اور دوسرے غیر مسلم افراد نے سراہا بلکہ موجود مسلم مہمانوں نے خصوصاً ایسے وقت میں جماعت احمدیہ کی اس کوشش کو بجا طور پر خدمتِ اسلام قرار دیا جبکہ ہر طرف اسلام ایک دہشت گرد مذہب کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اور جماعت احمدیہ اپنی استطاعت میں ہر لحاظ سے اس کو امن ومحبت اور بھائی چارہ کے لحاظ سے پیش کر رہی ہے۔

خدا کے فضل سے اس انٹرفیتھ سمپوزیم کے انعقاد سے ہیوسٹن میں جماعت احمدیہ اسلام کی ایک امن پسند جماعت کے طور پر مشہور ہوگئی ہے اور تعلقات کے دائرے وسیع تر ہورہے ہیں اور اس سے اگلا پروگرام مسجد میں 8 جنوری کو ہو رہا ہے جس کا عنوان ہے ''اپنے ملک سے وفاداری''۔ اس کی کامیابی کیلئے درخواستِ دعا ہے۔

Thanksgiving Day in Houston

امریکہ میں 23 نومبر کو یہ تہوار بڑے جوش وخروش سے منایا جاتا ہے اور خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے تین سال سے ایک Methodist Church ایک تقریب اس دن منعقد کرتا ہے جس میں ہر مذہب کا نمائندہ ایک موم بتی جلاتا اور اپنا تعارف پیش کرتا ہے اور اس خدا کے شکر کے ترانے گائے جاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے اس سال بھی ہمیں جماعت کا تعارف اور شکر کے مضمون کی تفصیل بیان کرنے کا موقعہ ملا۔ اس موقعہ پر ناصرات الاحمدیہ نے حمدِ باری تعالےٰ پیش کی جس کا سامعین پر بڑا گہرا اثر ہوا۔

اس تقریب میں 6 مختلف Churches نے شمولیت کی اور سب نمائندگان مذاہب کو سٹیج پر جگہ دی گئی اور ایک خاص قسم کا ماحول تھا مختلف لیڈران سے تعارف ہوا اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کی ہماری کوشش کو سراہا گیا۔ اس میں حاضری 300 کے قریب تھی۔ 13 دسمبر کو Humble کے میئر سے ملاقات ہوئی مکرم منعم نعیم صاحب نائب امیر صاحب امریکہ نے جماعت کا تعارف کروایا اور جماعتی وفد کا بھی تعارف کروایا گیا۔ 8 جنوری کے پروگرام میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ آفیشلز سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ آسٹن جماعت کی تبلیغی اور تربیتی سرگرمیاں اگلے ماہ کی رپورٹ میں پیش کی جائیں گی۔ بعض جماعتوں کی مزید کارکردگی اگلی رپورٹ میں آجائے گی۔

سالانہ ریجنل اجتماع 2010
لجنہ اماء اللہ وناصرات الاحمدیہ جنوبی مجالس امریکہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 23-24 اکتوبر 2010 کو مسجد بیت السمیع ہیوسٹن میں یہ اجتماع منعقد کیا گیا۔ لجنہ اماء اللہ امریکہ کی سالِ رواں کی سرگرمیوں کا مرکزی عنوان Being Truthful to Allah's Commandments ہے۔ اجتماع کا نصاب بھی اسی مرکزی عنوان کے تحت ترتیب دیا گیا۔ اس اجتماع کی کارروائی کا خلاصہ پیش ہے:

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں بغرضِ دُعا خط تحریر کیا گیا۔ صدر لجنہ ملک اور ریجنل مربی صاحب سے اجازت طلب کرنے کے بعد اس اجتماع کے انتظام وانصرام کی عملی کوشش شروع ہوئی۔ Emails کے ذریعہ متعدد مرتبہ پورے ریجن کی ممبرات کو اجتماع کے پروگرام، مقابلہ جات اور دیگر سرگرمیوں کی اطلاع دی گئی۔ پروگرام کے سرِ ورق پر لجنہ اماء اللہ کے عہد نامہ کے ساتھ اس سال پہلی مرتبہ لجنہ اماء اللہ کے جھنڈے کی تصویر شامل کی گئی۔ اس ریجن میں چھ بڑی جماعتیں Austin, Houston South, Houston North, Cypress Houston, New Orleans, Dallas شامل ہیں۔ عمر کے لحاظ سے ناصرات الاحمدیہ کے تین گروپ ہیں۔ عمر اور زبان کے تفاوت اور مقابلہ جات میں انصاف کے پہلو کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے لجنہ ممبرات کو مختلف گروہوں میں تقسیم کیا گیا۔ 15 سے 25 سال کی ممبرات عموماً طالبات ہیں اور ان کی سکول کی اور عام بول چال کی زبان انگلش ہے، ان کا علیحدہ گروپ بنایا گیا۔ 26 سے 40 سال کی عمر کی ممبرات کا دوسرا گروپ اور 41 سال سے بڑی عمر کی ممبرات کا علیحدہ گروپ تھا۔ اس گروپ بندی کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ اس اجتماع میں 7 سال کی ناصرہ سے لے کر عمر رسیدہ لجنات تک سب نے بہت دلچسپی سے پورے پروگرام میں حصہ لیا۔ الحمدللہ ہر سال بتدریج حاضری میں اضافہ ہو رہا ہے۔

ہیوسٹن مسجد بیت السمیع کے دو ہالز میں علیحدہ علیحدہ لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے اجتماعات کا انتظام کیا گیا تھا۔ 23 اکتوبر کو صبح کے اجلاس میں تلاوتِ قرآنِ کریم کے

ساتھ اجتماع کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ عہد نامہ اور تعارفی خطاب کے بعد اجتماع کے مقابلہ جات شروع ہوئے۔ مقابلہ ءحسنِ قرأت کیلئے مرکزی عنوان کے تحت آیات کا انتخاب کیا گیا تھا، حاضرات نے نہایت خاموشی اور پورے آداب کے ساتھ خوش الحانی سے پڑھی جانے والی قرآنی آیات کو سنا۔ تجوید کے ساتھ قرأت کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

مقابلہ نظم میں دُرِّثمین، کلام محمود، کلام طاہر اور دُرِّ عدن سے منتخب شدہ اشعار شامل تھے۔ اس سال مقابلہ نظم میں ایک اور پہلو متعارف کروایا گیا ہے۔ حسبِ ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کچھ شعروشاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے

آپؑ کے منظوم کلام میں تبلیغی، تعلیمی و تربیتی نصائح پنہاں ہیں۔ اور اس سے بھرپور استفادے کیلئے آپؑ کے منظوم کلام کو بھی بہت سوچ سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اچھی آواز، صحتِ تلفّظ اور حسنِ ادائیگی کے علاوہ اشعار کا اپنے الفاظ میں مطلب بیان کرنا بھی اس مقابلے کا حصہ تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے شاملین نے بہت اچھی تیاری کی ہوئی تھی اور انہوں نے معانی کے ساتھ ساتھ نظموں کا پس منظر بھی بیان کیا جو علم اور دلچسپی میں اضافے کا باعث بنا۔ یہاں ایک بات بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے پہلے گروپ میں بہت سی ایسی ممبرات نے اس مقابلہ میں شوق سے حصہ لیا ہوا تھا جن کیلئے اُردو پڑھنا یا بولنا آسان نہیں ہے۔

ورکشاپس تعلیم وتربیت کا اہم حصہ ہیں۔ اس غرض کیلئے لجنہ اماء اللہ جنوبی مجالس کے' عمر کے لحاظ سے دو گروپ بنائے گئے، گروپ 1 کو ''سیرت النبی ﷺ'' کے عنوان پر ورکشاپ تیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ دوسرے گروپ کیلئے ''خواتین کے حقوق و فرائض'' کا عنوان منتخب کیا گیا۔ ان ورکشاپس کی تیاری کیلئے اجتماع سے قبل کانفرنس کالز کا انتظام کیا گیا جس میں ریجنل صدر صاحبہ کی زیرِنگرانی' ہر جماعت کی مقامی صدر صاحبہ اور گروپ لیڈرز نے شرکت کی اور ورکشاپ کی تیاری پر بات ہوئی۔ اس اجتماعی کوشش سے اور آپس میں بانٹ کر تیاری کرنے کی وجہ سے بہتر مفید معلوماتی ورکشاپس تیار ہوئیں، ہر جماعت کو اپنے حصے کے عنوانات پر بہتر طور پر تیاری کا موقعہ ملا۔ زیادہ سے زیادہ معلومات شامل کرنے کیلئے سلائیڈز بنائی گئیں اور خوبصورت انداز میں پورے ریجن کی نمائندگی میں یہ ورکشاپس پیش کی گئیں۔ Sisterhood کے اس عملی نمونہ کی وجہ سے وقت کی بچت بھی ہوئی جس کی وجہ سے اجتماع کا پورا پروگرام منظم طریق پر پیش کیا گیا، الحمدللہ۔

نمازظہر وعصر کے بعد سے لے کر رات تک کا وقت کھیلوں کے لئے مخصوص تھا۔ جس میں Sports Organizers نے مختلف عمر کی ممبرات کیلئے کھیلوں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ایسے مواقع عموماً خواتین کو کم ملتے ہیں اس لئے پروگرام کا یہ حصہ کھیلنے والیوں اور کھیل دیکھنے والیوں دونوں کیلئے خصوصی دلچسپی کا حامل رہا۔ مینا بازار اور نمائش بھی ساتھ ساتھ جاری تھی۔ نمازِ عشاء اور کھانے کے بعد ادبی نشست کا انتظام تھا جس میں پہلے بیت بازی کا مقابلہ ہوا اور پھر Talent Search کے تحت چند حاضرات نے ادب پاروں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اپنی خاص استعدادوں کے ذریعہ سے حاضرات کو محظوظ کیا۔ اس Search سے غرض یہ تھی کہ ایسی ممبرات جنہیں خدا نے کوئی ایسی قابلیت، استعداد اور غیر معمولی ذہانت عطا کی ہوئی ہے جس کا تحدیثِ نعمت کے طور پر ذکر اور اظہار دوسروں کیلئے مفید ثابت ہوسکتا ہے، اس اجتماعی موقعہ پر شامل کیا جائے۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ کو بہت سے Talents سے نوازا ہوا ہے، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

اگلے دن نمازِ تہجد اور فجر کے بعد درس القرآن کریم تھا۔ بعدازاں صبح کی سیر اور ناشتے کا انتظام تھا۔ آج کے اجتماع کے پروگرامز میں حفظِ قرآن اور فی البدیہہ تقریر کے مقابلہ جات شامل تھے۔ ایک ورکشاپ بھی پیش کی گئی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ریجنل صدر صاحبہ نے اچھی حاضری اور کامیاب پروگرام پر خدا تعالیٰ کے حضور اظہارِ تشکّر پیش کیا اور ممبرات کو نصائح کیں۔ بعدازاں اسناد کی تقسیم عمل میں آئی۔ دعا اور نمازِ ظہر اور عصر کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر مذہبی جوش، خلوصِ نیّت اور یکجہتی کے ساتھ ایسے اجتماعات منظّم کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے، ان عاجزانہ کوششوں کو قبول فرمائے اور اپنی راہ میں سب کام کرنے والوں کو جزائے خیر دے، آمین۔

اعلانِ ولادت

مکرم امین زین صاحب قائد خدام الاحمدیہ Silicon Valley کیلیفورنیا اور مکرمہ امتہ السلام سنبل صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے 13 اکتوبر 2010 کو بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت اس بچے کا نام تاشف زین تجویز فرمایا ہے۔ بچہ وقفِ نَو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ نومولود' میجر زین العابدین صاحب کا پوتا اور مکرم اقبال احمد' جوائنٹ سیکرٹری گورنمنٹ آف پاکستان اسلام آباد' کا نواسہ ہے۔

احبابِ جماعت دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بچے کو صحت وسلامتی والی لمبی عمر عطا کرے، نیک خادمِ دین بنائے اور اسے والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب بنائے، آمین۔